

اُمّتِ مسلمہ کی مائیں

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن

جس میں حضور اقدس ﷺ کے مقدس نکاحوں کی تفصیل اور آپ کی ازواجِ مطہرات کے حالات اور واقعات لکھے گئے ہیں، مقدس خواتین کی عبادت، زہد و تقویٰ، سخاوت، ہجرت، فقر و فاقہ اور خدمتِ رسول ﷺ کی تفصیلات ان اوراق میں پڑھئے۔

مولانا مفتی محمد عاشق الہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ مہجراز القرآن کراچی
(Quranic Studies Publishers)

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أُولَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ نَفْسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُمْ وَأَعْلَانَهُمْ
 نَفْسوں سے ہے اور آپ کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں۔
 (احزاب: ۶)

اُمّتِ مسلمہ کی مائیں

== المعروف بہ ==

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن

جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس نکاحوں کی تفصیل اور آپ کی
 ازواجِ مطہرات کے حالات اور واقعات لکھے گئے ہیں، مقدس خواتین
 کی عبادت، زہد و تقویٰ، سخاوت، ہجرت، فقر و فاقہ اور خدمت
 رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تفصیلات ان اوراق میں پڑھیے۔

(تالیف)

مولانا مفتی محمد عاشق الہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ

مِکْتَبَةُ مَجَازِ الْقُرْآنِ کَراچی

(Quranic Studies Publishers)

جملہ حقوق طبع و نشر بحق مکتبہ معارف القرآن کراچی محفوظ ہیں

باہتمام : خضر اشفاق قاسمی

طبع جدید : جنوری الثانی ۱۴۳۲ھ - مئی ۲۰۱۱ء

مطبع : احمد برادرز پرٹرز، کراچی۔

ناشر : مکتبہ معارف القرآن کراچی
(Quranic Studies Publishers)

فون : 92-21-35031565, 35123130

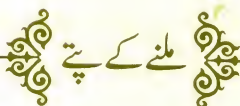
ای میل : info@quranicpublishers.com

mm.q@live.com

ویب سائٹ :

ONLINE SHARIAH.com

آن لائن خریداری کے لئے تشریف لائیں۔



✽ بیت العلوم، لاہور

✽ مکتبہ رحمانیہ، لاہور

✽ مکتبہ سید احمد شہید، لاہور

✽ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ

✽ کتب خانہ رشیدیہ، راولپنڈی

✽ مکتبہ اصلاح و تبلیغ، حیدرآباد

✽ ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان

✽ مکتبہ دارالعلوم، کراچی

✽ ادارۃ المعارف، کراچی

✽ دارالاشاعت، کراچی

✽ بیت القرآن، کراچی

✽ بیت الکتب، کراچی

✽ مکتبۃ القرآن، کراچی

✽ ادارہ اسلامیات، کراچی/لاہور

عرضِ ناشر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ ۝

پیش نظر کتاب ”اُمّتِ مسلمہ کی مائیں“ دراصل حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفِ کبیر ”سیرت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم“ کا ایک باب ہے۔ جس میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نکاحوں کی تفصیل اور آپ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی عبادات، زہد و تقویٰ، سخاوت، ہجرت، فقر و فاقہ، دعوت و تبلیغ، خدمتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تفصیل اور دیگر حالات و واقعات درج ہیں۔

افادہ عام کی خاطر ”ادارۃ المعارف کراچی ۱۲۱۱ھ“ اس کتاب کو الگ شائع کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور قارئین کے لئے اس کتاب کو حقیقی معنی میں مفید بنائے۔ آمین۔

طالبِ دُعا

محمد مشتاق سقّی

خادمِ ادارۃ المعارف کراچی ۱۲۱۱ھ

یکم محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

لے محمد ”سیرت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم“ کی پہلی جلد ”ادارۃ المعارف کراچی ۱۴۱۲ھ سے شائع ہو کر منظرِ عام پر آگئی ہے اور بقیہ جلدیں زیرِ طبع ہیں۔ ناشر

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۳۱	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات	۳	عرضِ ناشر
۳۵	آنحضرت کو حضرت عائشہؓ سے محبت	۷	مؤلف کی گزارش
۳۶	تربیت کا خاص خیال	۱۱	حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۳۸	مختلف نصائح	۱۱	حرمِ نبوت میں کیوں کر آئیں
۳۸	کلماتِ حکمت و موعظت		حضرت خدیجہؓ سب پہلے اسلام لائیں اور
۴۰	نشر العلوم	۱۳	اسلام کے فروغ میں پوری طرح حصہ لیا
۴۵	زہد و فقر اور گھر کے احوال	۱۷	شعب ابی طالب میں رہنا
۴۷	مشورہ لینا		اسلام کے فروغ میں حضرت خدیجہؓ
۴۸	فضائل و مناقب	۱۸	کا مال بھی لگا
۵۰	کثرتِ عبادت	۱۹	نماز پڑھنا
۵۱	احکام اسلام کو بلاچوں و چرمانا		حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے
۵۲	نزولِ آیتِ تیمم	۲۰	حضرت خدیجہؓ کی اولاد
۵۳	شعرو طب	۲۱	فضائل
۵۳	سخاوت	۲۳	وفات
۵۵	خوفِ خدا اور فکرِ آخرت	۲۵	حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
	ایک بہت بڑا بہتان اور اللہ جلّ	۲۵	نکاح
۵۷	شانہ کی طرف سے برارت کا اعلان	۲۷	ہجرت
۶۶	وفات	۲۹	رخصتی
۶۷	حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا		مصاحبتِ رسول اللہؐ سے
۶۸	ہجرت	۳۱	خوب فائدہ اٹھایا

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۸۴	حرم نبوت میں آنا	۶۹	قد وقامت
۸۶	دانشمندی	۶۹	عبادت اور آنحضرت کی فرمانبرداری
۸۸	آنحضرت کی مصاحبت سے خوب	۷۰	ظرافت
۹۳	فائدہ اٹھایا اور علوم حاصل کئے	۷۰	سختی
۹۳	حضرت اُم سلمہؓ کے بچوں کی پرورش	۷۰	ازواجِ مطہرات میں حشر ہونے کی تمنا
۹۳	صدقہ کرنے کی ہدایت	۷۱	نزولِ حجاب
۹۳	امر بالمعروف	۷۲	وفات
۹۴	وفات	۷۳	حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۹۵	حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ	۷۳	حرم نبوت میں آنا
۹۵	پہلانا کاح	۷۴	مصاحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۹۷	حرم نبوت میں آنا	۷۵	ایک واقعہ
۱۰۰	ولیمہ	۷۶	واقعہ طلاق اور رجوع
۱۰۱	نزولِ حجاب	۷۶	ایک دل لگی کا واقعہ
۱۰۳	عبادت اور تقویٰ	۷۷	عبادت
۱۰۴	صدقہ	۷۷	وفات
۱۰۵	حج بیت اللہ	۷۹	حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ
۱۰۶	وفات		
۱۰۷	وصیت	۸۱	حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۱۰۹	حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ	۸۱	قبولِ اسلام اور نکاحِ اول
۱۱۰	حرم نبوت میں آنا	۸۱	ہجرت
	حرم نبوت میں آنے سے پوری	۸۳	مدینہ منورہ میں سکونت
۱۱۱	قوم کا بھلا ہوا	۸۳	حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی وفات

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۱۲۷	اخلاق و عادات	۱۱۱	سید عالم کو چھوڑ کر باپ کے ساتھ جانے سے انکار
۱۲۷	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بے انتہا محبت	۱۱۲	والد کا مسلمان ہونا
۱۲۹	حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت	۱۱۳	تبدیلی نام
۱۳۰	زہد و عبادت	۱۱۳	ذکر الہی
۱۳۰	وفات	۱۱۴	وفات
۱۳۱	حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۱۱۵	حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
۱۳۱	حرم نبوت میں آنا	۱۱۵	ہجرت حبشہ
۱۳۲	مصاحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۱۶	حرم نبوت میں آنا
۱۳۲	حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تعریف کرنا	۱۱۸	حبشہ سے مدینہ منورہ پہنچنا
۱۳۳	ایک واقعہ	۱۱۸	آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا احترام
۱۳۳	کثرت نماز	۱۱۹	اتباع حدیث
۱۳۴	وفات	۱۲۰	فکر آخرت
۱۳۵	آخری کلام	۱۲۱	وفات
۱۳۷	رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تعددِ اذواج کی حکمت	۱۲۳	حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
		۱۲۳	حرم نبوت میں آنا
		۱۲۵	ولیمہ
		۱۲۶	مدینہ منورہ پہنچنا
		۱۲۷	سخاوت



مؤلف کی گزارش

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذی لم یزل ولا یزال حیا سمیعاً قادراً بصیراً اشهد
انه لا اله الا هو وحده لا شریک له و اکبره تکبیراً و او من بان
سیّدنا و سندا محمد اعبده و رسوله الذی ارسل الی كافة الناس
بشیراً و نذیراً و داعیاً الی الله باذنه و سراجاً منیراً صلی الله تعالی
علیه و علی آله و صحبه و ازواجه و بارک و سلم تسلیماً کثیراً کثیراً
اما بعد! اس کتاب میں احقر نے سیّد عالم ہادی ثقلین محبوب رب العالمین صلی اللہ
علیہ وسلم کی پاک بیبیوں کے حالات لکھے ہیں جس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان عورتیں اور مسلم
پچیاں اپنی زندگی گزارنے میں ان مطہر بیبیوں کی زندگی کو نمونہ بنادیں جن کو اللہ رب العزت
نے اپنے مقدس پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجیت کے لئے چنا تھا اور جنہوں نے
نبوت کے گھرانے میں رہ کر اپنی زندگی دین سیکھنے سکھانے اور مولائے حقیقی سے لو لگانے
اور اپنے دلوں میں آخرت کی فکر بسانے کے لئے وقف کر دی تھی ۔

اس کتاب میں خصوصیت کے ساتھ ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہن کے
ایسے حالات لکھے گئے ہیں جن کا اتباع کرنا اور اتباع کے لئے تیار رہنا ہر مسلم عورت
کے لئے ضروری ہے ۔ کتاب پڑھتے پڑھتے کسی بیوی کی ہجرت کا دردناک واقعہ سامنے
آئے گا اور کسی بیوی کے تذکرہ میں ملے گا کہ انہوں نے دین کے لئے دو مرتبہ ہجرت کی اور
حرم نبوت میں رہنے والی برگزیدہ خواتین کے حالات میں کثرت نماز اور کثرت ذکر
کا تذکرہ ملے گا ۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تذکرہ میں دین کے لئے مال قربان کر دینا
اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اور تسلی اور ڈھارس بندھانے کی خدمت

انجام دینا ملے گا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حالات میں علم وافر تفسقہ کامل اور اشاعتِ علوم دینیہ میں زندگی خرچ کر دینا نظر آئے گا۔ حضرت زینب بنت خزیمہ اور حضرت زینب بنت جحش اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے حالات میں عظم الشان سخاوت ملے گی۔ حضرت زینب بنت محنت کر کے پیسہ حاصل کرتیں اور پھر صدقہ کرتی تھیں۔ ایک بہت بڑی بات ازواجِ مطہرات کے حالات میں یہ ملے گی کہ انہوں نے آپس میں سوکن ہونے کے باوجود ایک دوسری کی علمی عظمت برقرار رکھی اور جب کسی نے ایک مسئلہ پوچھا تو خود کو معلوم نہ ہوا تو دوسری کے پاس سائل کو بھیج دیا۔ نیز ان مقدس بیویوں کی یہ بات بھی بہت زیادہ قابلِ تقلید ہے کہ سوکن ہوتے ہوئے بھی دوسری سوکن کے اخلاق حمیدہ اور اچھی خصلتوں کی تعریف کرتی تھیں بعض بیویوں کے حالات میں آپ پڑھیں گے کہ و نات کے وقت اپنی سوکنوں سے کہے سنے کی معافی مانگی اور حقوق العباد سے پاک ہو کر عالم بالا کا سفر اختیار کیا۔

آج کل بیاہ شادی کے لئے ایسے طریقہ اور ایسی رسمیں ایجاد کر رکھی ہیں جو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹی ہوئی ہونے کی وجہ سے مصیبت اور وبال بنی ہوئی ہیں۔ لوگ پریشان نظر آتے ہیں کہ جوان بیٹی بیٹھی ہے اس کی شادی کیسے کریں؟ روپیہ کہاں سے لائیں۔ بیٹیا بیلہ بننے جانا ہے۔ سینکڑوں رسمیں برتنہ ہے۔ روپیہ نہیں زیور نہیں کسی کی بیٹی لینے کیسے جا کھڑے ہوں؟۔

ان مصیبتوں سے چھٹکارہ کی صرف یہی ایک شکل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر بیاہ شادی کرنے لگیں جو سادگی کی اصل تصویر ہے اور جس میں مصیبت و پریشانی کا نام نہیں ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ شادیوں کے حال معلوم ہوں گے۔ ان کی سادگی اُمت کے لئے نمونہ ہے۔ اُمت کو چاہئے کہ اس طرز پر اپنے بیٹوں، بیٹیوں کی شادی کریں۔ حضرت میمونہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حالات آپ پڑھیں گے تو معلوم ہوگا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بیبیوں سے سفر ہی میں نکاح کیا اور سفر ہی میں پہلی ملاقات ہو گئی اور وہیں ولیمہ

ہو گیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بیاہ شادی مصیبت بنانے کی چیز نہیں ہے سادگی کے ساتھ ایک مرد و عورت کا رشتہ شرعی ایجاب و قبول کرا کے جوڑ دینا ہی کافی ہے۔ اس کے لئے گھر پر مقیم ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ پھر بھلا رسموں اور ریاء نمود کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يُرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَكَرَّ اللَّهُ كَثِيرًا۔

اس کتاب سے معلوم ہو گا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن بیبیوں سے شادی کی وہ (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ سب بیوہ تھیں اور بعض ایسی تھیں جو آپ سے پہلے دو شوہروں کی زوجیت میں رہ چکی تھیں۔ بعض قوموں میں جو یہ رواج ہے کہ عورت کی دوسری شادی کو عیب سمجھتے ہیں۔ یہ گناہ کبیرہ ہے اور عقیدہ کی خرابی ہے جس چیز کو خدائے وحدہ لا شریک کے مقدس رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے خود کیا اس کو بُرا سمجھنا ایمان والوں کا طریقہ نہیں ہو سکتا۔

ناظرین سے درخواست ہے کہ احقر کو اور احقر کے والدین اور اساتذہ کو اپنی مقبول دعاؤں میں ضرور یاد فرمائیں۔

محمد عاشق الہی بلند شہری عفا اللہ عنہ

دہلی
۱۹۰۳ھ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی بیوی ہیں جو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی والدہ اور حضرت حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نانی تھیں۔ ان کے والد کا نام خویلد دادا کا نام اسد اور والدہ کا نام فاطمہ اور نانی کا نام زائدہ تھا۔ نسباً قریشیہ تھیں۔ چالیس سال کی عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کی۔ اس وقت جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف ۲۵ سال تھی لہ

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے سے پہلے یکے بعد دیگرے دو شوہروں سے نکاح کر چکی تھیں اور ہر ایک سے اولاد بھی ہوئی تھی۔ ایک شوہر ابو ہالمہ اور دوسرے عتیق بن عائد تھے۔ اس میں سیرت نگاروں کا اختلاف ہے کہ ان دونوں میں اول کون تھے اور دوئم کون؟ صاحب استیعاب اس اختلاف کو نقل کرنے کے بعد ابو ہالمہ کو اول اور عتیق کو دوئم قرار دینے کو ترجیح دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ والقول الاول صح انشاء اللہ تعالیٰ۔

حرمِ نبوت میں کیوں کرائیں جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دونوں شوہر یکے بعد دیگرے فوت ہو گئے تو ان کی

شرافت اور مال داری کی وجہ سے مکہ کا بہر شریف اس کا متمنی ہوا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے عقد کرے لیکن ہوتا وہی ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اشرف المخلوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نکاح پر فلاح میں آنا نصیب ہوا اور ام المؤمنین کے مکرم لقب سے نوازی گئیں۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف جب پچیسویں برس کو پہنچی تو آپ کے چچا ابوطالب نے کہا کہ میں مال والا آدمی نہیں ہوں جو میں تم کو مال دے کر تجارت کراؤں اور چونکہ یہ دن سختی سے گزر رہے ہیں اس لئے کسب معاش میں لگنے کی ضرورت ہے، لہذا تم ایسا کرو کہ جس طرح تمہاری قوم کے دوسرے لوگ خدیجہ کا مال شام لے جا کر بیچتے ہیں اور اس میں سے نفع کماتے ہیں اسی طرح تم بھی ان کا مال شام لے جا کر فروخت کر کے نفع حاصل کرو۔

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اس کی خبر لگی کہ محمد بن عبد اللہ الامین کو ان کے چچا میرا مال شام لے جا کر فروخت کرنے کو فرما رہے ہیں تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دیانت و امانت داری اور معاملہ کی راست بازی کی وجہ سے خود ہی آپ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ آپ میرا مال شام لے جائیں دوسروں کو جو نفع دیتی ہوں آپ کو اس سے دو گنا نفع دوں گی۔ چنانچہ آپ نے منظور فرمایا اور اس بار تجارت لے کر شام کو روانہ ہوئے حضرت خدیجہؓ نے اپنا ایک غلام بھی آپ کے ساتھ کر دیا تھا جس کا نام میسرہ تھا۔ آپ نے نہایت دانشمندی سے حضرت خدیجہؓ کے مال کی تجارت کی جس کی وجہ سے ان کو گذشتہ پچھلے سالوں کی نسبت اس سال بہت زیادہ نفع ہوا۔ راستہ میں میسرہ نے آپ کی بہت باتیں دیکھیں جو عام آدمیوں کی نہیں ہوتی ہیں جن کو عربی میں خوارق العادة کہتے ہیں اور یہ بات بھی پیش آئی کہ جب آپ نے شام کے سفر میں ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا تو وہاں ایک راہب بھی موجود تھا اس نے میسرہ سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ میسرہ نے کہا یہ مکہ کے باشندہ ہیں اور قریشی نوجوان ہیں راہب نے کہا یہ نبی ہوں گے۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ اس راہب نے آپ کے اندر نبی آخر الزماں کی وہ علامتیں دیکھ لی تھیں جو پہلی کتابوں میں لکھی تھیں۔

شام سے واپس ہو کر جب مکہ میں داخل ہو رہے تھے تو دو پہر کا وقت تھا۔ اس وقت حضرت خدیجہؓ اپنے بالا خانے میں بیٹھی ہوئی تھیں ان کی نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی تو دیکھا کہ دو فرشتے آپ پر سایہ کئے ہوئے ہیں اس کے علاوہ انہوں

انہوں نے اپنے غلام میسرہ سے بھی (اسی قسم کے) عجیب عجیب حالات سنے اور راہب کا یہ کہنا بھی میسرہ نے سنا دیا کہ یہ نبی آخر الزماں ہوں گے۔ لہذا حضرت خدیجہؓ نے خود ہی نکاح کا پیغام آپؐ کی خدمت میں بھیج دیا۔

یعلیٰ بن امیہ کی بہن نفیسہ نامی پیغام لے کر گئیں چنانچہ آپؐ نے منظور فرمایا اور آپؐ کے چچا حضرت حمزہؓ اور ابوطالبؓ نے بھی خوشی اس کو پسند کیا۔

نکاح کے لئے حضرت حمزہؓ اور ابوطالبؓ اور خاندان کے دیگر اکابر حضرت خدیجہؓ کے مکان پر آئے اور نکاح ہوا۔ اس وقت حضرت خدیجہؓ کے والد زندہ نہ تھے وہ پہلے ہی مر چکے تھے ہاں اس نکاح میں ان کے چچا عمرو بن اسدؓ فریک تھے اور ان کے علاوہ حضرت خدیجہؓ نے اپنے خاندان کے دیگر اکابر کو بھی بلایا تھا عمرو بن اسدؓ کے مشورہ سے ۵۰۰ درہم مہر مقرر ہوا اور حضرت خدیجہؓ ام المومنین کے مشرف خطاب سے ممتاز ہوئیں لہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں مکہ والوں کی عورتیں ایک خوشی کے موقع پر جمع ہوتیں ان میں حضرت خدیجہؓ بھی موجود تھیں۔ اچانک وہیں ایک شخص ظاہر ہو گیا جس نے بلند آواز سے کہا کہ اے مکہ کی عورتو! تمہارے شہر میں ایک نبی ہو گا جسے احمد کہیں گے تم میں جو عورت ان سے نکاح کر سکے ضرور کر لیوے۔ یہ بات سن کر دوسری عورتوں نے بھول بھلیوں میں ڈال دی اور حضرت خدیجہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے گرہ باندھ لی اور اس پر عمل کر کے کامیاب ہو کر رہیں لہ

حضرت خدیجہؓ سب سے پہلے اسلام لائیں اور حضرت خدیجہؓ کو یہ منقبت حاصل ہے کہ وہ سب سے پہلے مسلمان ہوئیں یعنی حضور اقدس صلی اللہ

علیہ وسلم کی دعوتِ اسلام تمام انسانوں سے پہلے انہوں نے قبول کی۔ ان سے پہلے نہ کوئی مرد اسلام لایا نہ عورت نہ بوڑھا نہ بچہ۔ صاحبِ مشکوٰۃ الاکمال فی اسماء الرجال میں لکھتے ہیں:

وہی اوّل من آمن من كافة
تمام انسانوں سے پہلے حضرت خدیجہؓ اسلام لائیں
الناس ذکرہم واثامہم .
تمام مردوں کے بھی اور تمام عورتوں سے بھی پہلے،

ومثله فی الاستیعاب حیث قال ناقلا عن عروة اوّل من آمن
من الرجال والنساء خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ البیاض میں محمد بن کعب سے نقل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اوّل من اسلم من ہذا الامۃ
یعنی امت میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ نے
خدیجہ و اوّل رجلین اسلما
اسلام قبول کیا اور مردوں میں سب سے پہلے
ابوبکر و علی .
اسلام قبول کرنے والے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ ہیں

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا:

وقد امنت بی اذ کفر بی الناس
وہ مجھ پر ایمان لائیں جب لوگ میری رست
و صدقتی اذ کذبونی و اُستنی
کے منکر تھے اور انہوں نے میری تصدیق کی
بما لہا اذ حرمنی الناس و رزقنی اللہ
جبکہ لوگوں نے مجھے جھٹلایا اور انہوں نے اپنے
ولدہا اذ حرمنی اولاد النساء لہ
مال سے میری ہمدردی کی جب کہ لوگوں نے

مجھے اپنے مالوں سے محروم کیا اور ان سے مجھے اللہ نے اولاد نصیب فرمائی جبکہ دوسری
عورتیں مجھ سے نکاح کر کے اپنی اولاد کا باپ بنانا گوارا نہیں کرتی تھیں۔

اسلام کے فروغ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بہت بڑا حصہ ہے۔ نبوت سے
پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تنہائی میں عبادت کرنے کے لئے غارِ حرا میں تشریف
لے جایا کرتے تھے اور حضرت خدیجہؓ آپ کے لئے کھانے پینے کا سامان تیار کر کے دے
دیا کرتی تھیں۔ آپ حرا میں کئی کئی رات رہتے تھے۔ جب خورد و نوش کا سامان ختم ہو جاتا
تو آپ تشریف لاتے اور سامان لے کر واپس چلے جاتے تھے ایک دن حسبِ معمول آپ حراء
میں مشغول عبادت تھے کہ فرشتہ آیا اور اس نے کہا کہ اِقْرَأْ یعنی پڑھیے۔ آپ نے کہا
میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتہ نے آپ کو پکڑ کر اپنے سے چپٹا کر خوب زور سے بھینچ کر چھوڑ

دیا اور پھر کہا اِقرأ (پڑھئے) آپ نے پھر جواب دیا۔ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتہ نے دوبارہ آپ کو اپنے سے چمٹا کر خوب زور سے دبا کر چھوڑ دیا اور پھر پڑھنے کو کہا۔ آپ نے پھر وہی جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتے نے پھر تیسری مرتبہ آپ کو پکڑ کر اپنے سے چمٹایا اور خوب زور سے دبا کر آپ کو چھوڑ دیا اور خود پڑھنے لگا۔ اِقرأ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ۔ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ اِقرأ أَوْ رَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔ یہ آیات سن کر آپ نے یاد فرمالیں اور ڈرتے ہوئے گھر تشریف لائے۔ حضرت خدیجہؓ سے فرمایا زَمَلُونِي زَمَلُونِي (مجھے کپڑا اڑھا دو مجھے کپڑا اڑھا دو)۔ انہوں نے آپ کو کپڑا اڑھا دیا اور کچھ دیر بعد وہ خوف کی طبعی کیفیت جاتی رہی۔ اس کے بعد آپ نے حضرت خدیجہؓ کو اپنا سارا واقعہ سنا کر فرمایا۔ لَقَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي (مجھے اپنی جان کا خوف ہے)

عورتیں کچی طبیعت کی ہوتی ہیں اور مرد کو گھبرا یا ہوا دیکھ کر اس سے زیادہ گھبرا جاتی ہیں لیکن حضرت خدیجہؓ ذرا نہ گھبرا ئیں اور تسلی دیتے ہوئے خوب ہجم کر فرمایا :

كَلَّا وَاللَّهِ لَا يَحْزِينُكَ اللَّهُ
أَبَدًا إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ
وَتَحْمِلُ الْكُلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُورَ
وَتَقْوِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى
نَوَائِبِ الْحَقِّ

خدا کی قسم ہرگز نہیں ایسا نہیں ہو سکتا کہ اللہ
تمہاری جان کو مصیبت میں ڈال کر تم کو رسوا
کرے (آپ کی صفات بڑی اچھی ہیں۔ ایسی
صفات والا رسوا نہیں کیا جاتا ہے آپ صلہ رحمی
کرتے ہیں اور مہمان داری آپ کی خاص صفت

ہے۔ آپ بے بس و بے کس آدمی کا خرچ برداشت کرتے ہیں اور عاجز و محتاج کی مدد کرتے ہیں اور
مصائب کے وقت حق کی مدد کرتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت خدیجہؓ آپ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے
گئیں اور ان سے کہا کہ اے بھائی! سنو یہ کیا کہتے ہیں۔ ورقہ بن نوفل بوڑھے آدمی تھے
بینائی جاتی رہی تھی عیسائیت اختیار کئے ہوئے تھے۔ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
سے دریافت کیا کہ آپ نے کیا دیکھا ہے؟ آپ نے ان کو پوری کیفیت سے آگاہ فرمایا تو

انہوں نے کہا:-

هَذَا النَّامُوسُ الَّذِي
اَنْزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ مُوسَىٰ يَالَيْتَنِي
فِيهَا اَكُونُ حَيًّا اِذَا يُخْرِجُكَ
قَوْمُكَ لَه

یہ تو وہی رازدار فرشتہ جبریل ہے جسے اللہ
نے موسیٰ (علیہ السلام) پر نازل کیا تھا۔ کاش!
میں اس وقت نہ جوان ہوتا (جب آپ کی
دعوت دین کا ظہور ہوگا) کاش میں اس وقت

تک زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو نکال دے گی۔

حافظ ابن کثیرؒ نے البلاء میں بحوالہ بیہقی یہ بھی نقل کیا ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے حضور
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نبوت کے بالکل ابتدائی دور میں یہ بھی عرض کیا کہ آپ ایسا
کر سکتے ہیں کہ جب فرشتہ آپ کے پاس آئے تو آپ مجھے اطلاع فرمادیں؟ آپ نے
فرمایا ہاں ایسا ہو سکتا ہے! عرض کیا اب آئے تو بتلائیے گا۔ چنانچہ جب حضرت جبریلؑ
تشریف لائے تو آپ نے فرمایا اے خدیجہؓ! یہ ہیں جبریلؑ! انہوں نے عرض کیا اس
وقت آپ کو نظر آرہے ہیں؟ فرمایا ہاں! عرض کیا آپ اٹھ کر میری داہنی طرف بیٹھ
جائیں۔ چنانچہ آپ نے منظور فرمایا اور اپنی جگہ سے ہٹ کر ان کی داہنی طرف بیٹھ گئے۔
حضرت خدیجہؓ نے پوچھا اس وقت بھی آپ کو جبریلؑ نظر آرہے ہیں؟ فرمایا ہاں نظر آ
رہے ہیں! عرض کیا آپ گود میں بیٹھ جائیں۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا جب آپ
ان کی گود میں بیٹھ گئے تو دریافت کیا کیا اب بھی آپ کو جبریلؑ نظر آرہے ہیں؟ فرمایا ہاں
نظر آرہے ہیں۔ اس کے بعد حضرت خدیجہؓ نے اپنا دوپٹہ ہٹا کر سر کھولا اور دریافت کیا کیا
آپ کو اب بھی حضرت جبریلؑ نظر آرہے ہیں؟ فرمایا اب تو نظر نہیں آتے۔ یہ سن کر حضرت
خدیجہؓ نے عرض کیا۔ یقین جانیے یہ فرشتہ ہی ہے آپ ثابت قدم رہیں اور نبوت کی
خوشخبری قبول فرمائیں (اگر یہ شیطان ہوتا تو میرا سر دیکھ کر غائب نہ ہو جاتا چونکہ فرشتہ ہی
ہے اس لئے شرما گیا) اس واقعہ سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دانشمندی کا پتہ چلتا ہے۔
نبوت مل جانے کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت دینی شروع

کی تو مشرکین مکہ آپ کے دشمن ہو گئے اور طرح طرح سے آپ کو ستانا شروع کر دیا۔ ساری قوم آپ کی دشمن اور عزیز و اقربا بھی مخالف۔ ایسے مصیبت کے زمانہ میں آپ کے غم و غوار صرف آپ کے چچا ابوطالب اور اہلیہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، البدایہ میں لکھتے ہیں:

وَكَانَتْ أَوَّلَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ
وَرَسُولِهِ وَصَدَّقَتْ بِمَا جَاءَ
مِنْهُ فَخَقَّقَ اللَّهُ بِذَلِكَ عَرْفَ
رَسُولِهِ لَا يَسْمَعُ شَيْئًا يُكْرَهُهُ
مَنْ رَدَّ عَلَيْهِ وَتَكْذِيبُ لَهُ
فِي حَزْبُهُ ذَلِكَ الْآفَرَجُ اللَّهُ
عَنْهُ إِذَا رَجَعَ إِلَيْهَا تُشَبِّتُهُ
وَتُخَفِّفُ عَنْهُ وَتُصَدِّقُهُ
وَتَهْوُونَ عَلَيْهِ أُمْرَ النَّاسِ ه

حضرت خدیجہؓ اللہ و رسول پر سب سے پہلے
ایمان لانے والی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے دین کی تصدیق کرنے والی تھیں ان کے اسلام
قبول کرنے سے اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ
وسلم کی مصیبت ہلکی کر دی (اس کی تفصیل یہ ہے
کہ جب دعوت اسلام دینے پر آپ کو الٹا
جواب دیا جاتا اور آپ کو جھٹلایا جاتا تو اس
سے آپ کو رنج پہنچتا۔ حضرت خدیجہؓ کے ذریعہ
اللہ تعالیٰ اس رنج کو دور فرمادیتے تھے جب
آپ گھر میں تشریف لاتے تو وہ آپ کی ہمت مضبوط کر دیتی تھیں اور رنج ہلکا کر دیتی تھیں آپ کی
تصدیق بھی کرتیں اور لوگوں کی مخالفت کو آپ کے سامنے بے جان بنا کر بیان کرتی تھیں۔

سیرت ابن ہشام میں حضرت خدیجہؓ کے متعلق لکھا ہے۔

وَكَانَتْ لَهُ وَزِيرٌ صَدَقَ
عَلَى الْإِسْلَامِ -

حضرت خدیجہؓ اسلام کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے لئے مخلص وزیر کی حیثیت رکھتی تھیں۔

ہر وہ مصیبت جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت اسلام میں پیش آتی حضرت
خدیجہؓ پوری طرح اس میں آپ کی شریکِ غم ہوتیں اور آپ کے ساتھ خود بھی تکلیفیں سہتی
تھیں آپ کی ہمت بندھانے اور بلند ہمتی کے ساتھ ہر اڑے وقت میں آپ کا ساتھ دینے
میں ان کو خاص فضیلت حاصل ہے۔

شعب ابی طالب میں رہنا ایک مرتبہ مشرکین مکہ نے آپس میں یہ معاہدہ کیا کہ

سارے بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کا بائیکاٹ کیا جائے نہ ان کو کوئی شخص اپنے پاس بیٹھنے دے نہ ان سے بات کرے نہ خرید و فروخت کرے نہ ان کو اپنے گھر آنے دے اور اس وقت تک صلح نہ کی جائے جب تک یہ لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے ہمارے حوالے نہ کریں، یہ معاہدہ زبانی باتوں ہی پر ختم نہیں ہوا بلکہ تحریری معاہدہ لکھ کر کعبہ محترمہ پر لٹکا دیا گیا تاکہ ہر شخص اس کا احترام کرے۔ اس معاہدہ کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سارے بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب تین سال تک دو پہاڑیوں کے درمیان ایک گھاٹی میں رہے اس تین برس میں ان کو ناقوں پر فاقے گزرے امر و دعوت سب ہی بھوک سے بے تاب ہو کر روتے اور چیختے چلاتے تھے جس کی وجہ سے ان کے والدین کو اور بھی زیادہ دکھ ہوتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت خدیجہؓ اور آپ کی اولاد سب ہی اس گھاٹی میں رہے اور دعوت دین کے لئے فاقے جھیلے اور مصیبت کے دن کاٹے۔ آخر تین سال کے بعد معاہدہ والی تحریر کو دیکھ کھا گئی تب ان حضرات کو اس گھاٹی سے نکلنا نصیب ہوا۔

اسلام کے فروغ میں حضرت خدیجہؓ کا مال بھی لگا | حضرت خدیجہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

گزاری اور دلکاری میں بھی کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا اور اپنے مال کو بھی اسلام اور داعی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ضروریات کے لئے اس طرح پیش کر دیا تھا جیسے اس مال میں خود کو مالکیت کا حق ہی نہیں رہا۔ قرآن مجید میں اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خطاب فرمایا ہے:

وَوَجَدَكَ عَائِلًا لَّا غِنَىٰ (۸۴۳) اور تم کو اللہ نے بے مال والا پایا پس غنی کر دیا۔

اس کی تفسیر میں مفسرین لکھتے ہیں اَنِّی بِمَا لَی خَدِیجَةُ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت خدیجہؓ کے مال کے ذریعہ غنی کر دیا۔ حضرت خدیجہؓ کے پاس جو مال تھا

لے بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب میں جو لوگ کافر تھے وہ بھی حیرت قوی کی وجہ سے اس مصیبت میں شریک ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کے لئے حوالے کر دینے پر آمادہ نہ ہوئے۔ لہٰذا البدا یہ وغیرہ ۱۳

وہ آپ ہی کا سمجھتی تھیں ان کے مال خرچ کرنے کے احسان کا آپ کے دل پر بہت اثر تھا۔ ایک مرتبہ ان کے اس احسان کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا **وَاعْطَيْتُنِي مَا لَهَا فَاَنْفَقْتُهٖ فِی سَبِيْلِ اللّٰهِ** یعنی انہوں نے اپنا مال مجھے دیا جسے میں نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔

حضرت زید بن حارثہ مکہ میں فروخت کئے جا رہے تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے ان کو اپنے مال سے خرید کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے ان کو آزاد کر کے اپنا بیٹا بنالیا تھا۔ حضرت زیدؓ بھی سابقین اولین میں سے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے۔ ان کو غلامی سے چھڑا کر اسلام کے کاموں میں لگا دینے کا ذریعہ حضرت خدیجہؓ ہی بنیں۔

نماز پڑھنا | حضرت خدیجہؓ کی زندگی میں پنج وقتہ نماز فرض نہ ہوئی تھیں۔ ان کی وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی تب یہ نمازیں فرض ہوئیں، البتہ مطلق نماز پڑھنا ضروری تھا جسے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھا کرتی تھیں۔ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ جب مطلق نماز فرض ہوئی تو حضرت جبریل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور ایک جگہ اپنی ایڑی ماری جس سے چشمہ اُبل نکلا پھر دونوں نے اس میں وضو کیا اور حضرت جبریل علیہ السلام نے دو رکعتیں پڑھیں۔ حضرت جبریلؑ سے وضو اور نماز سیکھ کر آپ دولت کدہ پر تشریف لائے اور حضرت خدیجہؓ کا ہاتھ پکڑ کر اس چشمہ پر لے گئے اور حضرت جبریلؑ کی طرح ان کے سامنے وضو کیا اور دو رکعت پڑھیں۔ اس کے بعد آپ اور حضرت خدیجہؓ پوشیدہ نماز پڑھا کرتے تھے لہ

عفیف کندی کا بیان ہے کہ میں حج کے موقع پر عباس بن عبد المطلب کے پاس آیا وہ تاجر آدمی تھے مجھے ان سے خرید و فروخت کا معاملہ کرنا تھا اچانک نظر پڑی کہ ایک شخص خیمہ سے نکل کر کعبہ کے سامنے نماز پڑھنے لگا۔ پھر ایک عورت نکلی اور ان کے

پاس آئی وہ بھی (ان کے پاس) نماز پڑھنے لگی اور ایک لڑکا بھی نکل آیا وہ بھی (ان کے پاس) نماز پڑھنے لگا۔ یہ ماجرا دیکھ کر میں نے کہا اے عباس! یہ کون سا دین ہے ہم تو آج تک اس سے واقف نہیں ہیں حضرت عباسؓ نے جواب دیا (جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے) یہ نوجوان محمد بن عبداللہؐ ہے جو دعویٰ کرتا ہے کہ خدا نے اسے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور یہ کہتا ہے کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے اس کے ہاتھوں فتح ہوں گے اور یہ عورت اس کی بیوی خدیجہ بنت خویلد ہے جو اس پر ایمان لا چکی ہے اور یہ لڑکا اس نوجوان کا چچا بھائی علی بن ابی طالب ہے جو اس پر ایمان لا چکا ہے۔ عقیف کہتے ہیں کاش میں اسی روز مسلمان ہو جاتا تو (بالغ مسلمانوں میں) دوسرا مسلمان شمار ہوتا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت خدیجہؓ کی اولاد

بھی حاصل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد صرف ان ہی سے پیدا ہوئی۔ اور کسی بیوی سے اولاد ہوئی ہی نہیں صرف ایک صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ آپ کی ہاندی حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ مورخین اور محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چار لڑکیاں ہوئیں اور اکثر کی تحقیق یہ ہے کہ ان میں سب سے بڑی حضرت زینب پھر حضرت رقیہ پھر حضرت ام کلثوم پھر سیدہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔

آپ کے لڑکے کتنے تھے اس میں اختلاف ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سب بچپن ہی میں وفات پا گئے اور عرب میں اس زمانہ میں تاریخ کا خاص اہتمام نہ تھا اس لئے یہ امر پوری طرح ایسا محفوظ نہ رہ سکا جس میں اختلاف نہ ہوتا۔

اکثر علماء کی تحقیق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین صاحبزادے پیدا ہوئے دو حضرت خدیجہؓ سے اور ایک حضرت ماریہ قبطیہؓ سے اس اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چھ اولاد حضرت خدیجہؓ سے پیدا ہوئیں۔ دو لڑکے اور ہم لڑکیاں حضرت خدیجہؓ

سے جو دولہ لڑکے پیدا ہوئے ان میں سب سے پہلے حضرت قائمؑ تھے۔ ان ہی کے نام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقائم مشہور ہوئی۔ نبوت سے پہلے مکہ ہی میں پیدا ہوئے اور وہیں انتقال ہوا۔ اس وقت پاؤں چلنے لگتے تھے ڈیڑھ دو سال زندہ رہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے صاحبزادے جو حضرت خدیجہؓ سے پیدا ہوئے ان کا نام عبداللہ تھا انہوں نے بھی بہت کم عمر پائی اور بچپن ہی میں وفات پا گئے۔ ان کی پیدائش نبوت کے بعد ہوئی تھی اس لئے ان کا لقب طیب بھی پڑا اور طاہر بھی۔ (دونوں کے معنی پاکیزہ کے ہیں)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کی سوانح حیات میں ہم نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اس میں حضرت ابراہیمؑ کے حالات بھی تفصیل سے آگئے ہیں۔

حضرت خدیجہؓ پاکیزگی اخلاق کی وجہ سے اسلام سے پہلے ہی طاہرہ کے **فضائل** لقب سے مشہور تھیں۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آکر انہوں نے جو اپنی دانش و عقلمندی اور خدمت گزاری سے فضائل حاصل کئے ہیں ان کا تو کہنا ہی کیا ہے۔

حضرت عائشہؓ روایت فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے کسی بیوی پر بھی مجھے اتنا رشک نہیں جتنا حضرت خدیجہؓ پر آتا تھا۔ حالانکہ میں نے ان کو دیکھا بھی نہیں تھا۔ اس رشک کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اکثر یاد فرمایا کرتے تھے اور اکثر یہ بھی ہوتا کہ آپؐ بکری ذبح فرماتے تو اس میں سے حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کو تکلش کر کے گوشت بھجاتے تھے۔ ایسے موقع پر بعض مرتبہ میں نے کہا کہ آپؐ کو ان کا ایسا خیال ہے جیسے دنیا و آخرت میں ان کے علاوہ آپؐ کی اور کوئی بیوی ہی نہیں۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ ایسی اچھی تھیں ایسی اچھی تھیں او ان سے میری اولاد ہوئی لے سبحان اللہ وفاداری اور یادگاری کی یہ مثال کہاں ملے گی کہ صاحبِ محبت کے وفات پا جانے پر اس کے دوستوں سے وہ برتاؤ رکھا جلتے جسے

وہ خود زندگی میں اپنے دوستوں سے رکھتا اور اس پر خوش ہوتا۔

ایک مرتبہ حضرت خدیجہؓ آپ کی خدمت میں کھانا اور سالن لے کر جا رہی تھیں۔ ابھی پہنچنے بھی نہ پائی تھیں کہ حضرت جبریلؑ آپ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ خدیجہؓ آرہی ہیں وہ آپ کے پاس پہنچ جائیں تو ان کو اللہ کا اور میرا سلام پہنچا دیجئے اور ان کو جنت کا ایسا مکان مل جانے کی خوشخبری سنا دیجئے جو موتیوں کا ہو گا جس میں نہ ذرا شور و شغب ہو گا اور نہ ذرا تکلیف ہو گی۔

جنت میں خلاف طبع اور مکروہ آواز تو کسی کے کان میں بھی نہ آئے گی مگر خصوصیت کے ساتھ حضرت خدیجہؓ کو جو ایسے مکان کی بشارت دی گئی یہ غالباً اس لئے کہ دشمنانِ اسلام اسلام اور داعیِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جو طرح طرح کی باتیں کرتے تھے وہ ان کے کانوں بڑھتی تھیں ان کی وجہ سے جو سخت کوفت ہوتی تھی اس کی وجہ سے تسلی دینے کے لئے یہ خصوصی بشارت دی گئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت کی عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم فرعون کی بیوی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ خدیجہؓ کو اس کے رب کا سلام پہنچا دیجئے۔ چنانچہ آپ نے پہنچا دیا۔ اس کے جواب میں حضرت خدیجہؓ نے کہا اَللّٰهُمَّ السَّلَامُ وَمِنْهُ السَّلَامُ وَعَلَىٰ جِبْرِيلَ السَّلَامُ یعنی اللہ کے سلام کا جواب کیا دوں وہ تو خود سلام ہے اور اسی سے سلامتی ملتی ہے سلام لانے والے جبریل پر سلام ہو۔

لے معات میں لکھا ہے کہ یہ کھانا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا غارِ حرا میں لے جا رہی تھیں اور یہ نبوت مل جانے کے بعد کی بات ہے کیونکہ نبوت کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غارِ حرا میں آنا جانا رہا ہے ۱۲ منہ ۱۱ بجاری وسلم

علیہ وسلم گھر میں تشریف لا کر گھر سے باہر نہیں جایا کرتے تھے جب تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ نہ فرمایتے تھے۔ ایک مرتبہ جو آپ نے ان کا ذکر فرمایا تو مجھے عورتوں والی غیرت سوار ہوئی۔ میں نے عرض کیا کہ ایک بڑھیا کو آپ یاد کرتے ہیں تو آپ بہت ناراض ہوئے۔ اس کے بعد میں نے یہ طے کر لیا کہ کبھی خدیجہؓ کو بُرائی سے یاد نہ کروں گی بلکہ جب تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اور عورت سے نکاح نہیں کیا۔ ان کی وفات کے بعد حضرت سودہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے نکاح ہوا۔ رضی اللہ عنہما وارضاهما۔

وفات

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ۳۷ھ نبوی میں بمابہ رمضان المبارک مکہ میں وفات پائی۔ اس وقت ان کی عمر ۶۵ سال کی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں کچھ کم و بیش ۲۵ سال رہیں۔ ۱۵ سال آپ کو نبوت سے پہلے اور ابس نبوت مل جانے کے بعد جس وقت ان کی وفات ہوئی نماز جنازہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا کفن دے کر حجون میں دفن کر دی گئیں جسے اب جنت المعلیٰ کہتے ہیں ۲۷ھ رضی اللہ عنہا وارضاهما۔



حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ والدہ کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض نے زینب بتایا ہے لیکن وہ اپنی کنیت ”ام رومان“ سے مشہور ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف یہی ایک بیوی ہیں جن سے کنوارے پن میں آپؐ نے نکاح کیا۔ ان کے علاوہ آپؐ کی تمام بیویاں بیوہ تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملنے کے چار پانچ سال بعد ان کی ولادت ہوئی اور چھ سال کی عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا اور نو سال کی عمر میں رخصتی ہوئی۔ نکاح مکہ معظمہ میں ہوا اور رخصتی ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں نو سال رہیں جس وقت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملازمتی کا سفر اختیار فرمایا اس وقت ان کی عمر ۱۰ سال کی تھی لہ

نکاح جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہو گئی تو حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا آپؐ نکاح نہیں کر لیتے؟ آپؐ نے فرمایا کس سے؟ عرض کیا آپؐ چاہیں تو کنواری سے کر لیں اور چاہیں تو بیوہ سے! آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سوال فرمایا کنواری کون؟ انہوں نے جواب دیا کہ مخلوق میں جو آپؐ کو سب سے محبوب ہیں ان کی بیٹی، یعنی عائشہ بنت ابی بکر (صدیقؓ) آپؐ نے دوبارہ سوال فرمایا بیوہ کون ہے؟ جواب دیا سوڈ بنت زمعہ جو آپؐ پر ایمان لا چکی ہے اور آپؐ کا اتباع کرتی ہے۔

یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہتر ہے جاؤ دونوں جگہ میلہ سنا م لے جاؤ۔ چنانچہ خولہ رضی اللہ عنہا پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پہنچیں اس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف نہ رکھتے تھے ان کی بیوی سے

لے اصابہ مجمع الفوائد و بخاری شریف

کہا کہ اے اُم رومان! کچھ خبر بھی ہے اللہ نے کس خیر و برکت سے تم کو نوازنے کا ارادہ فرمایا ہے؟ انہوں نے سوال کیا وہ کیا؟ جواب دیا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ سے نکاح کرنے کا پیغام دے کر بھیجا ہے!

حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے جواب دیا۔ ذرا ابو بکرؓ کے آنے کا انتظار کرو۔ چنانچہ تھوڑی دیر میں وہ بھی تشریف لے آئے ان سے بھی حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے یہی کہا کہ اے ابو بکر! کچھ خبر بھی ہے اللہ تعالیٰ نے تم کو کس خیر و برکت سے نوازنے کا ارادہ فرمایا ہے؟ برے وہ کیا؟ جواب دیا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقصد کے لئے بھیجا ہے کہ عائشہ سے نکاح کرنے کے بارے میں آپ کا پیغام پہنچا دوں!

یہ سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھتیجی ہے (کیونکہ میں آپ کا بھائی ہوں) کیا اس سے آپ کا نکاح ہو سکتا ہے؟ اس سوال کا جواب لینے کے لئے حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بارگاہ رسالت میں واپس پہنچیں اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اشکال سامنے رکھ دیا۔ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو بکر سے کہہ دو کہ تم اور میں دونوں دینی بھائی ہیں۔ تمہاری لڑکی سے میرا نکاح ہو سکتا ہے (رشتہ کے حقیقی یا باپ شریک یا ماں شریک بھائی کی لڑکی سے نکاح درست نہیں ہے۔ دینی بھائی کی لڑکی سے نکاح جائز ہے) چنانچہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا واپس حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر آئیں اور شرعی فتویٰ جو بارگاہ رسالت سے صادر ہوا تھا اس کا اظہار کر دیا۔ جس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عائشہؓ سے آپ کا نکاح کر دینے پر راضی ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر اپنی بیٹی عائشہ کا نکاح کر دیا۔ اس کے بعد حضرت خولہ رضی اللہ عنہا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور ان کے اشارہ سے ان کے والد زموہ سے گفتگو کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دینے پر راضی کر لیا اور نکاح کر دیا (جس کی تفصیل حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں آئے گی)۔

ہجرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے مشورہ اور کوشش سے حضرت عائشہ اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہما سے نکاح فرمایا لیکن چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر بہت کم (صرف ۶ سال) تھی اس لئے رخصتی ابھی ملتوی رہی۔ البتہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی بھی ہو گئی اور آپ کے دولت کدہ پر تشریف لے آئیں اور گھر کی دیکھ بھال ان کے سپرد ہوئی۔ اس کے بعد ہجرت کا سلسلہ شروع ہو گیا اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ پہنچنے لگے بلکہ اکثر پہنچ گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی بار بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت چاہی لیکن آپ فرماتے رہے کہ جلدی نہ کرو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو تمہارا رفیق سفر بنادیں۔ یہ جواب سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امید بندھ گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میرا سفر ہو گا۔ چنانچہ جب اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کی اجازت دے دی تو آپ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ دونوں حضرات اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ پہنچ کر اپنے اہل و عیال کو مکہ معظمہ سے بلانے کا انتظام فرمایا جس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت زید بن حارثہ اور حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہما کو دو اونٹ اور ۵۰۰ درہم دے کر مکہ بھیجا تاکہ دونوں کے گھرانوں کو لے آویں چنانچہ وہ دونوں مکہ معظمہ پہنچے اور راستے سے ان حضرات نے تین اونٹ خرید لئے مکہ میں داخل ہوئے تو حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو گئی وہ اس وقت ہجرت کا ارادہ کر چکے تھے۔ چنانچہ یہ مبارک قافلہ مدینہ منورہ کو روانہ ہوا جس میں حضرت زید بن حارثہ اور ان کا چچا اسامہ اور ان کی بیوی ام ایمن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں حضرت فاطمہ اور حضرت ام کلثوم اور آپ کی بیویاں حضرت عائشہ اور حضرت سودہ اور حضرت عائشہ کی والدہ حضرت ام رومان اور حضرت عائشہ کی بہن اسماء بنت ابی بکر اور ان کے بھائی عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہم جمع ہوئے تھے اس سفر میں حضرت عائشہ اور ان کی والدہ رضی اللہ عنہما دونوں ایک کجاوہ میں اونٹ پر سوار تھیں۔ راستہ میں ایک موقع پر وہ اونٹ بدگ گیا جس کی وجہ سے حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا

کو بہت پریشانی ہوئی اور گھبراہٹ میں اپنی بیچی عائشہ کے متعلق پکارا مٹھیں ”ہائے میری بیٹی۔
ہائے میری دلہن، لیکن اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد یہ ہوئی کہ غیب سے آواز آئی کہ اونٹ کی نکیل
چھوڑ دو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے اس کی نکیل چھوڑ دی تو وہ
آرام کے ساتھ ٹھہر گیا اور اللہ نے سب کو سلامت رکھا۔

جب یہ قافلہ مدینہ منورہ پہنچا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی (علیٰ صاحبہا
الصلوٰۃ والسلام) کے آس پاس اپنے اہل و عیال کے لئے حجرے بنوا رہے تھے۔ حضرت
سودہ اور حضرت فاطمہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہن کو ان ہی حجروں میں ٹھہرایا اور
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے ماں باپ کے پاس ٹھہر گئیں۔ اس کے چند ماہ بعد شوال
میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر (حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا کی بہن) کا زمانہ ولادت قریب تھا وہ بھی اپنی ماں کے ساتھ ہجرت کر کے آئی
تھیں۔ انہوں نے قبا میں قیام فرمایا اور وہیں پختہ پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ حضرت
اسماء کے شوہر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تھے اس لئے یہ پختہ عبداللہ بن زبیر کے نام سے مشہور
ہوا۔ ہجرت کے بعد مہاجرین میں یہ سب سے پہلا پختہ تولد ہوا۔ ان کے تولد سے مسلمانوں
کو بہت ہی زیادہ خوشی ہوئی جس کی وجہ یہ تھی کہ یہودیوں نے مشہور کر دیا تھا کہ ہم نے
عباد کو کر دیا ہے اب مسلمانوں کے اولاد نہ ہوگی۔ جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہا
پیدا ہوئے تو یہودیوں کا دعویٰ جھوٹا ثابت ہوا۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب عبداللہ کی پیدائش ہو گئی تو
میں اس کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ نے اس کو
اپنی گود میں لے لیا اور ایک کھجور منگوا کر اپنے مبارک منہ میں چبائی پھر پختہ کے منہ میں اپنے
مبارک منہ میں سے ڈال دی۔ حاصل یہ ہے کہ سب سے پہلے پختہ کے پیٹ میں آپ کا لعل
مبارک گیا اور آپ نے دُعا بھی دی اور بَارَکَ اللہ بھی فرمایا یہ حضرت عبداللہ بن
زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھانجے تھے ان کے نام

سے حضرت عائشہؓ کی کنیت ام عبد اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائی تھی لہ
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی شوال میں ہوئی۔ عرب کے لوگ شوال میں
رخصتی شادی کرنے کو بُرا سمجھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس جہالت کی
تردید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے شوال میں نکاح کیا
اور شوال میں میری رخصتی ہوئی تو اب بتاؤ مجھ سے زیادہ کون سی بیوی آپ کی چہیتی تھی جب
آپ نے مجھ سے نکاح بھی شوال میں کیا اور رخصتی بھی شوال میں کی تو اب اس کے خلاف چلنے
کا کسی مسلمان کو کیا حق ہے۔ اسی جہالت کو توڑنے کے لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
چاہا کرتی تھیں کہ شوال کے مہینہ میں غورتوں کی رخصتی کی جائے لہ۔

بخاری شریف میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا سے فرمایا کہ تم مجھ کو خواب میں دو مرتبہ دکھائی گئی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص
تم کو ریشم کے بہترین کپڑے میں اٹھائے ہوئے ہے۔ میں نے کھول کر دیکھا تو تم تکلیں
میں نے (دل میں) کہا کہ اگر یہ اللہ کی طرف سے دکھایا گیا ہے تو اللہ ضرور اس کی تعبیر
پوری فرمائیں گے۔ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ بصورت انسان
ریشم کے کپڑے میں ان کو لے کر آیا تھا لہ۔

رخصتی کی پوری کیفیت اس طرح ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت
میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ اپنی بیوی کو گھر کیوں نہیں بلا لیتے۔ آپ نے فرمایا اس وقت
میرے پاس مہر ادا کرنے کے لئے رقم نہیں ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے عرض کیا کہ میں (بطور قرض) پیش کر دیتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے ان کی پیش کش قبول
فرمائی اور بیوی کے باپ ہی سے قرض لے کر مہر ادا کر دیا۔

مسلم شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ
وسلم کی بیویوں کا مہر (عموماً) ساڑھے بارہ اوقیہ یعنی ۵۰ درہم تھا۔ آج کل مہر میں ہزاروں

لہ البدایہ والاصابہ - لہ البدایہ عن الامام احمد ۱۲ - لہ بخاری شریف ص ۴۸، ج ۲ -

لہ ابن سعد ۱۲ عہ ایک درہم تین ماشہ ایک رتی اور چار رتی چاندی کا ہوتا تھا ۱۲۔

روپے مقرر کئے جاتے ہیں اور مہر کی کمی کو باعث ننگ و عار سمجھتے ہیں حالانکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر امت میں کوئی بھی معزز نہیں ہے۔ ان کی بیٹی کا مہر ۵۰ سو درہم تھا جس سے ان کی عزت کو کچھ بھی بٹہ نہ لگا اور دینے والے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ نے مہر نہ ہونے کی وجہ سے کم مقرر کرنے کو ذرا بھی عار نہ سمجھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ رخصتی سے ادائیگی مہر کی اہمیت بھی معلوم ہو گئی۔ کیونکہ مہر کے ادا کرنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر ضروری سمجھا کہ مہر کی ادائیگی کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے رخصت کر لینے میں تامل فرمایا امت کے لئے ان باتوں میں نصیحت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا واقعہ رخصت کو اس طرح ذکر فرماتی تھیں کہ میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھی کہ میری والدہ نے آکر مجھے آواز دی مجھے خبر بھی نہ تھی کہ کیوں بلارہی ہیں۔ میں ان کے پاس پہنچی تو میرا ہاتھ پکڑ کر لے چلیں اور مجھے گھر کے دروازہ کے اندر کھڑی کر دی اس وقت (ان کے اچانک بلانے سے) میرا سانس پھول گیا تھا ذرا دیر بعد سانس ٹھکانے سے آیا۔ گھر کے اندر دروازہ کے پاس والدہ صاحبہ نے پانی لے کر میرا سر اور منہ دھویا۔ اس کے بعد مجھے گھر میں داخل کر دیا۔ وہاں انصار کی عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے دیکھتے ہی کہا عَلٰی الْخَيْرِ وَالْبُورَكَةِ وَعَلٰی خَيْرٍ طَائِرٍ (تمہارا آنا خیر و برکت پر ہے اور نیک فال ہے) میری والدہ نے مجھے ان عورتوں کے سپرد کر دیا (اور انہوں نے میرا بناؤ سنگار کر دیا اس کے بعد وہ عورتیں علیحدہ ہو گئیں) اور اچانک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لے آئے۔ یہ چاشت کا وقت تھا۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نئی پوچی سے ملاقات فرمائی لیہ

غور کیجئے کس سادگی سے شادی ہوئی نہ دو لہا گھوڑے پر چڑھ کر آیا نہ آتش بازی چھوڑی گئی نہ اور کسی طرح کی دھوم دھام ہوئی، نہ تکلف ہوا نہ آرائش مکان ہوئی اور نہ فضول خرچی اور یہ بھی قابل ذکر بات ہے کہ دو لہن کے گھر ہی میں دو لہا دو لہن مل لئے۔

آج اگر ایسی شادی کر دی جائے تو دنیا نیکو بنادے اور سونا م دھرے، خدا پچائے نہ جہالت سے اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا پورا اتباع نصیب فرمائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سید مصاحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت سے خوب فائدہ اٹھایا

میں ۹ سال گزارے اور ان ۹ سال میں خوب علم حاصل کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام پوری طرح ملحوظ رکھتے ہوئے سوالات کر کے علم بڑھاتی رہیں اور آپ خود بھی ان کو علوم سے بہرہ ور فرمانے کا خیال فرماتے رہے۔

حضرت امام زہری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویوں اور ان کے علاوہ باقی تمام عورتوں کا علم جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم سب کے علم سے بڑھا ہوا رہے گا۔ حضرت مسروق تابعی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خاص شاگرد تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکابر صحابہؓ کو دیکھا جو عمر میں بوڑھے تھے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرائض کے بارے میں معلومات حاصل کیا کرتے تھے!۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم اصحاب رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کبھی علمی الجھن پیش آئی اور اس کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا تو ان کے پاس اس کے متعلق ضروری معلومات ملی تھیں (جس سے مشکل حل ہوتی) روایت حدیث میں تابعین کرام رحمۃ اللہ علیہم کے علاوہ بہت سے صحابہؓ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے شاگرد ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوالات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا برابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرتی رہتی تھیں، ایک مرتبہ سوال کیا کہ یا رسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں فرمائیے

میں ہدیہ دینے میں دونوں میں سے کس کو ترجیح دوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا اِلٰی
اَقْرَبِهِمَا مِنْكَ بَابًا (کہ دونوں میں سے جس کے گھر کا دروازہ تم سے زیادہ قریب
ہو اس کو ترجیح دو)۔

ایک مرتبہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کی اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِيْ حِسَابًا
يَسِيْرًا (کہ اے اللہ مجھ سے آسان حساب لےجو) یہ دُعا سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہا نے سوال کیا کہ یا نبی اللہ! آسان حساب کی کیا صورت ہوگی؟ آپ نے فرمایا اعمال نامہ
دیکھ کر درگزر کر دیا جائے گا (یہ آسان حساب ہے! پھر فرمایا کہ) یقین جانو جس کے
حساب میں چھان بین کی گئی اے عائشہ! وہ ہلاک ہو گیا بلکہ کیونکہ جس کے حساب میں چھان
بین ہوگی وہ حساب دے کر کامیاب نہیں ہو سکتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ ایک روز میں نے اور حفصہؓ
نے (نفلی) روزہ رکھ لیا پھر کھانا مل گیا جو کہیں سے ہدیہ آیا تھا۔ ہم نے اس میں سے
کھالیا۔ بخوٹوری دیر کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے (میرا ارادہ تھا کہ
آپؐ سے سوال کروں مگر مجھ سے پہلے (جرات کر کے) حفصہؓ نے پوچھ لیا اور جرات میں
وہ اپنے باپ کی بیٹی تھی۔ یہ پوچھا کہ یا رسول اللہ! میں نے اور عائشہؓ نے نفلی روزہ کی
نیت کی تھی۔ پھر ہمارے پاس ہدیہ کھانا آ گیا جس سے ہم نے روزہ توڑ دیا۔ فرمائیے
اس کا کیا حکم ہے؟ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں اس کی جگہ کسی دوسرے
دن روزہ رکھ لینا۔

ایک مرتبہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز لوگ ننگے پاؤں
ننگے بدن بغیر ختنہ اٹھائے جائیں گے (جیسے مال کے پیٹ سے دنیا میں آئے تھے)
یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (یہ تو بڑے شرم کا مقام ہوگا)
کیا مرد عورت سب ننگے ہوں گے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے؟ اس کے جواب
میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عائشہ! قیامت کی سختی اس قدر ہوگی

اور لوگ گھراہٹ اور پریشانی سے ایسے بد حال ہوں گے کہ کسی کو کسی کی طرف دیکھنے کا ہوش ہی نہ ہوگا) مصیبت اتنی زیادہ ہوگی کہ کسی کو اس کا خیال بھی نہ آئے گا بلکہ

ایک مرتبہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ:

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مُسْكِنًا وَّ اَمِتْنِيْ مُسْكِنًا وَّ اَحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمُسَاكِيْنِ۔

ترجمہ: اے اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھ اور حالت مسکینی میں مجھے دنیا سے اٹھا اور قیامت میں مسکینوں میں حشر کیجیو۔

یہ دعا سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! آپ نے ایسی دعا کیوں کی؟ آپ نے فرمایا (اس لئے کہ) بلاشبہ مسکین لوگ مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے (اس کے بعد فرمایا کہ اے عائشہ! اگر مسکین سائل ہو کر آئے تو) مسکین کو کچھ دیئے بغیر واپس نہ کر اور بھی کچھ نہیں تو کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے دیا کہ۔ اے عائشہ! مسکینوں سے محبت کر اور ان کو اپنے سے قریب کر جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تجھے قیامت کے روز اپنے سے قریب فرمائیں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یہ جو اللہ جل شانہ نے (قرآن مجید) میں فرمایا ہے:

وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا اتَّوَا . . . اور وہ لوگ (اللہ کی راہ میں) جو دیتے ہیں
وَقَلُوْبُهُمْ وَجَلَةٌ اَنْتَهُمْ . . . اور ان کے دل اس سے خوف زدہ ہوتے ہیں
اِلٰى نَبِيّهِمْ رَاٰجِعُوْنَ ۝ (۲۳: ۶۰) کہ وہ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں۔

تو ان خوف زدہ لوگوں سے (کون مراد ہیں) کیا وہ لوگ مراد ہیں جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے صدیق کی بیٹی! نہیں (ایسے لوگ مراد نہیں ہیں بلکہ اس آیت میں خدا نے ان لوگوں کی تعریف فرمائی ہے) جو روزہ رکھتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور صدقہ دیتے ہیں اور (اس کے باوجود)

اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ یہ اعمال قبول نہ کئے جائیں ان ہی لوگوں کے بارے میں اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے کہ اُولَٰئِكَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ (کہ یہ لوگ نیک کاموں میں تیزی سے بڑھتے ہیں)۔ (۲۳: ۶۱)

ایک مرتبہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو محبوب رکھتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو ناپسند فرماتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ (یہ تو آپ نے بڑی گھیرا دینے والی بات سنائی۔ کیوں کہ) موت ہم سب کو (طبعاً) بری لگتی ہے (لہذا اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ہم میں سے کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند نہیں کرتا لہذا اللہ تعالیٰ بھی ہم میں سے کسی کی ملاقات کو پسند نہیں فرماتے) اس کے جواب میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جسے طبعی طور پر موت بری لگے اللہ کو اس سے ملاقات ناپسند ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب مومن کی موت کا وقت آ پہنچتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعزاز و اکرام کی خوش خبری سنائی جاتی ہے لہذا اس کے نزدیک کوئی چیز اس سے زیادہ محبوب نہیں جو مرنے کے بعد اُسے پیش آنے والی ہے اس وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو چاہنے لگتا ہے لہذا اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو چاہتے ہیں اور بلاشبہ کافر کی موت کا جب وقت آتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا ملنے کی اس کو خبر دی جاتی ہے لہذا اس کے نزدیک کوئی چیز اس سے زیادہ ناپسند نہیں ہوتی جو مرنے کے بعد اس کے سامنے آنے والی ہے اسی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند فرماتے ہیں لہ

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دریافت کیا یا رسول اللہ! کیا عورتوں پر جہاد ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں عورتوں پر ایسا جہاد ہے جس میں جنگ نہیں ہے یعنی حج اور عمرہ لے

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ (یہ تو واقعہ ہے کہ) کوئی شخص بغیر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے جنت میں داخل نہ ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (ہاں) اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر کوئی بھی جنت میں نہ جائے گا۔ تین مرتبہ یوں ہی فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دوبارہ سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ بھی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہ ہوں گے؟ آپ نے ماتھے پر مبارک ہاتھ رکھ کر فرمایا: لَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِي اللَّهُ مِنْهُ بِرَحْمَةٍ (میں بھی جنت میں داخل نہ ہوں گا مگر یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لے) تین مرتبہ یہی فرمایا۔

ایک مرتبہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ تو فرمائیے اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ لیلۃ القدر کون سی ہے (یعنی یہ علم ہو جائے کہ آج لیلۃ القدر ہے) تو دعا میں کیا کہوں!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یوں کہنا:

اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوفٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي يَا (اے اللہ بلاشبہ

تو معاف کرنے والا ہے۔ معاف کرنے کو پسند کرتا ہے لہذا تو مجھے معاف فرما۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت
عظیم و کرم کی نسبت زیادہ
محبت تھی۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ

عنہ نے ایک مرتبہ سوال کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے مکرر سوال کیا یا رسول اللہ! مردوں میں سب سے زیادہ آپ کو کون محبوب ہے؟ فرمایا عائشہ کے والد! سائل نے سہ بارہ سوال کیا کہ ان کے بعد؟ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ لیکن اس قدر محبت کے باوجود کسی دوسری بیوی کی ذرا حق تلفی نہیں فرماتے تھے۔ سب کے حقوق اور دل داری اور شب باشی میں برابری

رکھتے تھے، چونکہ طبعی محبت اختیاری نہیں ہے اس لئے بارگاہِ خداوندی میں آپ نے یہ دعا کی تھی اَللّٰهُمَّ هَذَا اَتَسَمِعُ فِيْمَا اَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِيْ فِيْمَا تَمْلِكُ وَلَا اَمْلِكُ رَاے اللہ یہ میری تقسیم ہے میرے اختیار کی چیزوں میں لہذا مجھے ملامت نہ کیجئے اس چیز میں جس کے آپ مالک ہیں اور میرے قبضہ کی نہیں ہے یعنی طبعی محبت غیر اختیاری ہے اس میں برابری کرنا میرے اختیار سے باہر ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل شانہ نے معلم بنا کر بھیجا تھا اس لئے آپ کو اللہ کی طرف سے ایسے حالات میں مبتلا کیا گیا جن سے امت کو راہِ مل سکے۔ چونکہ امت کو چار بیویوں تک رکھنے کی اجازت ہے اس لئے جو امتی اس پر عمل کرے اس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے سبق مل گیا کہ ایک بیوی سے طبعی محبت زیادہ ہو تو اس پر مواخذہ نہیں لیکن حق کی ادائیگی میں سب کو برابر رکھنا فرض ہے اس میں کوتاہی کی تو پکڑ ہوگی۔ ترمذی شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایک مرد کے پاس دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان برابری کا خیال نہ رکھے تو قیامت کے روز اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو گرا ہوا ہوگا۔

تر بیت کا خاص خیال | سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اگرچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بہت محبت تھی اور ان کی تربیت کا بھی خاص خیال فرماتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے ڈراتے رہتے تھے جہاں لغزش نظر آتی فوراً آگاہ فرماتے اور سرزنش فرماتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ میں تشریف لے گئے میں نے آپ کے پیچھے ایک اچھا سا پردہ لٹکا دیا۔ جب آپ تشریف لائے تو اس پردہ کو اس زور سے پکڑ کر کھینچا کہ اس کو پھاڑ دیا۔ پھر فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ حکم نہیں دیا کہ پتھروں

کو اور مٹی کو لباس پہنا دیں۔

ایک مرتبہ چند یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے دبی زبان سے (اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کے بجائے اَلْسَامُ عَلَیْکُمْ کہا۔ سام موت کو کہتے ہیں۔ ان کا مطلب بددعا دینا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں وَعَلَیْکُمْ فرمادیا۔ (یعنی تم پر موت ہو) (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اسی قدر فرمایا لیکن) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سخت برہم ہوئیں اور غصہ سے انہوں نے فرمایا ”اَلْسَّاعُ عَلَیْکُمْ وَلَعَنَکُمْ وَغَضِبَ عَلَیْکُمْ (تم پر موت ہو، خدا کی لعنت ہو اور خدا کا غضب ٹوٹے) یہ سن کر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ”اے عائشہ! ٹھیکہ نرمی اختیار کر اور بدکلامی سے بچ“ عرض کیا آپ نے سنا نہیں انہوں نے کیا کہا ہے؟ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور تم نے نہیں سنا میں نے کیا جواب دیا، ان کی بات میں نے ان پر لوٹا دی اب اللہ تعالیٰ میری بددعا ان کے حق میں قبول فرمائیں گے اور ان کی بددعا میرے حق میں قبول نہ ہوگی۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بُرائی کرتے ہوئے کہہ دیا کہ صفیہ اتنی سی ہے یعنی پستہ قد ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ٹوکا اور فرمایا کہ یقین جان! تو نے ایسا کلمہ کہہ دیا کہ اسے اگر سمندر میں ملا دیا جائے تو اسے بھی بگاڑ دے۔

ایک روز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آٹا پیس کر چھوٹی چھوٹی روٹیاں پکائیں اس کے بعد ان کی آنکھ لگ گئی۔ اسی اثنا میں پڑوسن کی بکری آئی اور وہ روٹیاں کھا گئی آنکھ کھلنے پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کے پیچھے دوڑیں یہ دیکھ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! ہمسایہ کو اس کی بکری کے بارے میں نہ ستاؤ۔

۱۱۔ مشکوٰۃ شریف ۱۲۔ ۱۱۔ مشکوٰۃ عن البخاری والمسلم ۱۲۔ ۱۲۔ مشکوٰۃ شریف ۱۲۔

۱۳۔ الادب المفرد باب لا یوذی جارہ ۱۳۔

مختلف نصائح | حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکثر زہد فی الدنیا اور فکر آخرت اور خدا ترسی کی نصیحتیں فرماتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نصیحت فرمائی کہ اے عائشہ! بچھوٹے گناہوں سے بھی بچ کیونکہ اللہ کی طرف سے ان کے بارے میں مواخذہ کرنے والا موجود ہے۔

ایک مرتبہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اے عائشہ! اگر تو آخرت میں مجھ سے ملنا چاہتی ہے تو تجھے دنیا میں سے اتنا سامان کافی ہونا چاہیے جتنا مسافر اپنے ساتھ لے کر چلتا ہے اور مال داروں کے پاس بیٹھنے سے پرہیز کر اور کسی کپڑے کو پرانا سمجھ کر پہننا مت چھوڑ جب تک تو اس کو پیوند لگا کر نہ پہن لیوے۔ حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ خالہ جان اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے نیا کپڑا اس وقت تک نہیں بناتی تھیں جب تک کہ پہلے بنائے ہوئے کپڑے کو پیوند لگا کر نہیں پہنتی تھیں اور جب تک کہ وہ خوب بوسیدہ نہ ہو جاتا۔

کثیر بن عبید کا بیان ہے کہ میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا وہ اس وقت اپنے کپڑے میں پیوند لگا رہی تھیں۔ مجھ سے فرمایا ذرا ٹھہرو! ابھی بات کروں گی، اس کام سے فارغ ہو جاؤں۔ چنانچہ میں نے توقف کیا پھر جب گفتگو شروع ہوئی تو میں نے عرض کیا اے ام المومنین! اگر میں باہر جا کر لوگوں سے کہوں کہ ام المومنین پیوند لگا رہی تھیں تو آپ کو لوگ بخیل سمجھیں گے۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ سمجھ کر بات کرو حقیقت یہ ہے کہ جس نے پرانا کپڑا نہ پہنا اسے نیا کپڑا پہننے میں کیا لطف آئے گا۔

کلماتِ حکمت و موعظت | حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی صاحبِ حکمت و موعظت تھیں۔ بڑی پتہ کی بات فرمادیا کرتی تھیں۔ بعض صحابہ بھی ان سے نصیحت کرنے کی فرمائش کیا کرتے تھے۔

زیادہ کھانے کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد سب سے پہلی مصیبت یہ امت میں پیدا ہوئی کہ پیٹ بھر کر کھانے لگے۔ جب پیٹ بھرتے ہیں تو بدن موٹے ہو جاتے ہیں اور دل کمزور ہو جاتے ہیں اور نفسانی خواہشیں زور پکڑ لیتی ہیں۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ گناہوں کی کمی سے بہتر کوئی پونجی ایسی نہیں ہے جسے لے کر تم اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرو جسے یہ خوشی ہو کہ عبادت میں محنت سے انہماک رکھنے والے سے بازی لے جائے اسے چاہیے کہ اپنے کو گناہوں سے بچائے

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک خط حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام ارسال کیا جس میں اپنے لئے مختصر نصیحت کرنے کی فرمائش کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کے جواب میں فرمایا:

سَلَامٌ عَلَيْكَ

أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ تَعَالَى صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنِ اتَّخَذَ رِضَى اللَّهِ بِسَخِطِ النَّاسِ كِفَاةً اللَّهُ مُؤْنَةً النَّاسِ وَمَنِ اتَّخَذَ رِضَى النَّاسِ بِسَخِطِ اللَّهِ وَكَلَهُ اللَّهُ إِلَى النَّاسِ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ

(ترجمہ) تم پر سلام ہو۔

تم پر سلام ہو، بعد سلام کے واضح ہو کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص لوگوں کی ناراضگی کا خیال نہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب ہو اللہ تعالیٰ لوگوں کی شرارتوں سے (بھی) اسے محفوظ فرماتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے لوگوں کو راضی رکھنا چاہتا ہو اللہ تعالیٰ (اس کی مدد نہیں فرماتے بلکہ) اسے لوگوں کے حوالے کر دیتے ہیں وہ اس کو جیسے چاہیں استعمال کریں اور جس طرح چاہیں اس کا دلیہ بنائیں۔ والسلام علیک

ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو (غالباً ان کی درخواست پر) یہ بھی لکھ کر بھیجا کہ:

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا عَمِلَ بِمَعْصِيَةِ اللَّهِ تَعَالَى عَادَ
حَامِدُهُ مِنَ النَّاسِ ذَامًّا

یعنی جب بندہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کام کرتا ہے تو اس کو اچھا کہنے والے
بھی بُرا کہنے لگتے ہیں۔

نشر العلوم | سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا نے بڑی مستعدی سے علم دین کی اشاعت کی۔ ان کے

شاگردوں کی بڑی بھاری تعداد (جو ۲۰۰ کے لگ بھگ ہے) کتابوں میں لکھی ہے جن میں
صحابہ کرام بھی ہیں اور تابعین حضرات بھی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) ان کی وفات
۳۵ھ میں ہوئی اس حساب سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انہوں نے ۴۸ سال
مستقل علم دین پھیلایا۔ محدثین کرام نے ان کی روایات کی تعداد ۲۲۱ بتلائی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بڑی فیاضی کے ساتھ علم دین کی اشاعت کی۔ لڑکے
اور عورتیں اور جن مردوں سے ان کا پردہ نہ تھا پردہ کے اندر مجلس تعلیم میں بیٹھتے تھے اور
باقی حضرات متعلمین پردہ کے پیچھے بیٹھ کر ان سے دینی فیض حاصل کرتے تھے۔ مختلف قسم
کے سوالات کئے جاتے تھے اور وہ سب کا جواب دیتی تھیں اور بعض مرتبہ کسی دوسرے
صحابی یا امہات المؤمنینؓ میں سے کسی کے پاس سائل کو بھیج دیتی تھیں۔ دینی مسائل معلوم
کرنے میں کوئی شرماتا تو فرماتی تھیں کہ شرمائے مت کھل کر پوچھ لو۔

ہر سال حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے جاتی تھیں اور ہر طرف سے مختلف شہروں
سے برابر لوگ آتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خیمہ کے باہر ٹھہر کر دینی سوالات
کرتے تھے اور وہ جواب دیتی تھیں۔ مکہ معظمہ میں زمزم کے قریب پردہ ڈال کر تشریف فرما
ہو جاتی تھیں اور فتویٰ طلب کرنے والوں کی بھیڑ لگ جاتی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا شمار ان جلیل القدر صحابہؓ میں کیا گیا ہے جو مستقل مفتی تھے
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے والد ماجدؓ ہی کے زمانہ خلافت سے مفتی ہو گئی تھیں اور

حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو خود آدمی بھیج کر ان سے مسائل معلوم کراتے تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانہ امارت میں دمشق میں مقیم تھے اور قوتِ ضرورت قاصد کو بھیج کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مسئلہ معلوم کر کے عمل کرتے تھے۔ قاصد شام سے چل کر مدینہ منورہ آتا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مسکن کے دروازہ کے سامنے کھڑے ہو کر سوال کا جواب لے کر واپس چلا جاتا تھا۔

بہت سے لوگ خطوط لکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دینی معلومات حاصل کرتے تھے اور وہ ان کو جواب لکھا دیتی تھیں۔ عائشہ بنت طلحہؓ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خاص شاگرد ہیں فرماتی ہیں۔

و یکتبون الی من الامصار لوگ مجھے دور دور کے شہروں خطوط بھیجتے تھے (اور ہدایا بھیجتے تھے) میں عرض کرتی تھی کہ اے خالہ جان یہ فلاں شخص کا خط اور اس کا ہدیہ ہے (فرمائیے اس کا کیا جواب نکھوں) وہ فرمادیتی تھیں کہ اے بیٹا اسے (یہ) جواب لکھ دو اور ہدیہ اُجیبیہ و اثیبیہ۔

کا بدلہ دے دو۔

حدیث شریف کی کتابوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فتاویٰ بکثرت آتے ہیں لوگ ان سے خصوصیت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اندرون خانہ زندگی کے متعلق معلومات کیا کرتے تھے اور وہ بہت بے تکلفی کے ساتھ جواب دیا کرتی تھیں چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب کچھ کھانے اور عمل کر کے دکھانے کے لئے اللہ رب العزت کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔ اس لئے آپ کی زندگی کے کسی پہلو کو آپ کی ازواجِ مطہرات ہرگز نہیں چھپاتی تھیں۔

حضرت اسودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے گھر میں کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا اپنے گھر کے

کام کاج میں مشغول رہتے تھے اور جب نماز کا وقت ہو جاتا تو نماز کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے اس کو ذرا تفصیل سے یوں بیان فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جوتی کی مرمت خود کر لیا کرتے تھے اور اپنا کپڑا خود سی لیتے تھے اور اپنے گھر میں اس طرح خانگی کام کاج میں مشغول رہتے تھے جیسے تم لوگ اپنے گھروں میں کام کاج کرتے ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں میں سے ایک انسان تھے۔ اپنے کپڑوں میں جوں خود دیکھ لیتے تھے اور اپنی بکری کا دودھ خود دودھ لیتے تھے اور اپنی خدمت خود کر لیتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں کی طرح بات میں بات نہیں پڑتے چلے جاتے تھے بلکہ آپ کا کلام ایسا سلجھا ہوا ہوتا تھا کہ ایک ایک کلمہ علیحدہ علیحدہ ہوتا تھا جسے پاس بیٹھنے والا باسانی یاد کر لیتا تھا۔ ایک مرتبہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہنسنے کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے آپ کو کبھی پورے دانتوں اور ڈاڑھوں کے ساتھ ہنستے ہوئے نہیں دیکھا جس سے آپ کے مبارک حلق کا کوڑا دیکھا جائے آپ تو بس مسکراتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی فرمایا کہ آپ نے کبھی کسی کو اپنے دست مبارک سے نہیں مارا نہ کسی بیوی کو نہ کسی خادم کو۔ ہاں اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے (اللہ کے دشمن کو) مارا تو وہ دوسری بات ہے۔ اور آپ کو کسی سے کچھ کسی قسم کی اذیت پہنچی تو اس کا بدلہ کبھی نہیں لیا۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کسی سے کوئی کام ہو جاتا تو آپ اللہ کے لئے اس کو سزا دیتے تھے۔

حضرت سعد بن ہشامؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اُم المؤمنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات کے متعلق ارشاد فرمائیے کیسے تھے؟ اس پر انہوں نے فرمایا:

۱۔ بخاری شریف ۱۲۔ ۲۔ ترمذی شریف ۱۲۔ ۳۔ ترمذی شریف ۱۲۔

۴۔ بخاری شریف ۱۲۔ ۵۔ مشکوٰۃ شریف۔

کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں!
فرمایا! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی قرآن ہی تھی لہ (یعنی اللہ رب العزت
نے قرآن مجید میں جن احکام کا حکم فرمایا ہے اور جن اخلاق کو اختیار کرنے کو فرمایا وہ سب
پوری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں موجود تھے۔

حضرت عبدالعزیز بن جریج روایت فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ
عنها سے دریافت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کن سورتوں سے نماز و تراودا فرماتے تھے
اس کے جواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنها نے فرمایا کہ پہلی رکعت میں سَبَّحِ اسْمَ
رَبِّكَ الْأَعْلَىٰ اور دوسری رکعت میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور تیسری رکعت
میں قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ پڑھا کرتے تھے لہ

حضرت غنیم بن الحارث رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ
عنها سے میں نے عرض کیا یہ تو فرمائیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر غسل واجب ہوتا تھا
تو اول رات ہی میں غسل فرمایتے تھے یا آخری رات میں؟ انہوں نے فرمایا کبھی آپ نے
اول وقت ہی غسل فرمایا اور کبھی آخری رات میں غسل فرمایا۔ یہ سنتے ہی میں نے کہا کہ
اللَّهُ أَكْبَرُ! لِحَمْدِ اللَّهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأُمُورِ سَعَةً (اللہ اکبر سب تعریف اللہ
کے لئے جس نے اس بارے میں گنجائش رکھی ہے) اس کے بعد میں نے عرض کیا یہ تو فرمائیے
کہ آپ رات کے اول وقت میں و تراودا فرمایتے تھے یا رات کے پچھلے حصہ میں؟ اس
کے جواب میں انہوں نے ارشاد فرمایا کہ کبھی آپ نے اول رات میں و تراودا فرمائے او
کبھی آخری رات میں یہ سنتے ہی میرے منہ سے پھر وہی الفاظ نکلے کہ اللَّهُ أَكْبَرُ
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأُمُورِ سَعَةً، اس کے بعد میں نے سہ بارہ
سوال کیا کہ رات کو جب نفل ادا فرماتے تھے تو آپ قرأت زور سے پڑھتے یا آہستہ؟
اس کے جواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنها نے فرمایا کہ کبھی آپ نے زور سے
قرأت پڑھی اور کبھی آہستہ پڑھی۔ یہ سن کر میرے منہ سے پھر بے ساختہ وہی کلمات

نَحْمَدُكَ اللَّهُ أَكْبَرُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأُمُورِ سَعَةً ۝

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جانتی تھیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ساری امت کے لئے نمونہ ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات اور ہر حرکت و سکون کو انہوں نے اچھی طرح محفوظ رکھا تھا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اندرونی احوال اور رات کے اعمال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بہت مروی ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم (نماز تہجد سے فارغ ہو کر) جب فجر کی دو سنتیں پڑھ لیتے تھے تو میں جاگتی ہوتی تو (نماز کے لئے مسجد کو جانے تک) مجھ سے باتیں فرماتے رہتے تھے ورنہ (ذرا دیر دامنہ کر ڈٹ پر) لیٹ جاتے تھے ۝

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی بیان فرمایا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نماز (نفل) پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو پہلے مختصر سی دو رکعتیں پڑھ لیتے تھے ۳ (اس کے بعد لمبی سورتوں سے نماز ادا فرماتے تھے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی بیان فرمایا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم غیر فرض نمازوں میں جس قدر فجر کی دو رکعتوں کا خاص اہتمام فرماتے تھے اور کسی غیر فرض نماز کا اس قدر اہتمام نہیں فرماتے تھے ۴ یہ بھی روایت فرماتی تھیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکعتا الفجر خیر من الدنيا وما فيها یعنی فجر کی دو سنتیں ساری دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب سے بہتر ہیں ۵۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں سر رکھ کر لیٹ کر قرآن شریف کی تلاوت کر لیتے تھے حالانکہ وہ میرا زمانہ ماہواری کا ہوتا تھا۔ یہ بھی روایت فرماتی ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب معتکف ہوتے تو مسجد کے اندر بیٹھے ہوئے میری طرف کو سر جھکا دیتے تھے اور میں آپ کا سر مبارک (اپنے حجرہ میں سے) دھو دیتی تھی حالانکہ یہ میرا زمانہ ماہواری کا ہوتا تھا ۶

۱۔ ابو داؤد ۱۲۔ ۲۔ مسلم ۱۲۔ ۳۔ ایضاً ۱۲۔ ۴۔ مسلم شریف ۱۲۔ ۵۔ بخاری و مسلم ۱۲

۶۔ بخاری و مسلم ۱۳۔ ۷۔ ایضاً ۱۳

زُہد و فقر اور گھ کے احوال

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سید الزاہدین تھے۔ پیٹ بھرنے اور مزید ارجیزیں حاصل کرنے اور سامان جمع کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آپؐ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے عائشہ! اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں (مگر قصہ یہ ہے کہ) میرے پاس ایک فرشتہ آیا جس کی قامت کا یہ عالم تھا کہ اس کی مکر کعبہ تک پہنچ رہی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا کہ آپ کے رب نے آپ کو سلام فرمایا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ اگر تم چاہو تو عام بندوں کی طرح بندہ اور نبی بن کر رہو اور اگر چاہو تو نبی اور بادشاہ بن کر رہو۔ میں نے اس بارے میں جبریل علیہ السلام کی طرف مشورہ لینے کے طور پر دیکھا تو انہوں نے اشارہ کیا کہ تواضع اختیار کرو لہذا میں نے جواب دے دیا کہ میں نبی ہوتے ہوئے عام بندوں کی طرح ہو کر رہنا چاہتا ہوں (اس کو روایت کرنے کے بعد) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اس کے بعد سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگا کر کھانا تناول نہیں فرماتے تھے (اور یہ) فرمایا کرتے تھے کہ میں اس طرح کھاتا ہوں جیسے غلام کھاتا ہے اور اس طرح بیٹھتا ہوں جیسے غلام بیٹھتا ہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر اختیاری تھا اور گو آپؐ نے اپنی حیاتِ طیبہ کے آخری تین چار سال یہ بھی کیا کہ ازواجِ مطہرات کے لئے ایک سال کے خرچ کا انتظام فرما دیا کرتے تھے لیکن آپؐ کی صحبت کے اثر سے آپؐ کی ازواجِ مطہرات بھی اس کو خیرات کر دیتی تھیں اور خود تکلیف برداشت کر لیتی تھیں۔

حضرت مسروق (تابعی) فرماتے تھے کہ میں ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے میرے لئے کھانا منگایا پھر کھانا منگا کر فرمایا کہ اگر میں پیٹ بھر کر کھاؤں اور اس کے بعد رونا چاہوں تو رو سکتی ہوں! میں نے سوال کیا کیوں؟ فرمایا کہ میں اس حال کو یاد کرتی ہوں جس حال میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کو چھوڑ کر تشریف لے گئے ہیں، اللہ کی قسم کسی روز (بھی) دو مرتبہ آپؐ نے

گوشت اور روٹی سے پیٹ نہیں بھرا۔ یہ ترمذی شریف کی روایت ہے۔ بہت ہی کی ڈایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ہم اگر چاہتے تو بیٹ بھر کر کھا لیتے لیکن واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور آپ نے اور آپ کے گھر والوں نے جو کی روٹی سے بھی پیٹ نہیں بھرا لہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک مرتبہ اپنے بھانجے حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا کہ اے میری بہن کے بیٹے اچ جانو ہم تین چاند دیکھ لیتے تھے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں آگ نہیں جلتی تھی۔ انہوں نے سوال کیا کہ خالہ جان پھر آپ حضرات کیسے زندہ رہتے تھے؟ فرمایا کھجوروں اور پانی پر گزارا کر لیتے تھے اور اس کے سوا یہ بھی ہوتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں رہنے والے انصار اپنے دودھ کے جانوروں کا دودھ ہدیہ بھیج دیا کرتے تھے آپ اس دودھ کو ہمیں بلا دیا کرتے تھے لہ

غوراک کی کمی کے ساتھ دوسرا خانگی سامان بھی بہت ہی کم تھا۔ گھر میں چراغ تک نہیں جلتا تھا۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں پر بغیر چراغ روشن کئے اور بغیر چولہے میں آگ جلانے کئی کئی ماہ گزر جاتے تھے اگر زیتون کا تیل مل جاتا (جس سے چراغ روشن کئے جاتے تھے) تو پھوڑا سا ہونے کی وجہ سے اس کو روشن کرنے کے بجائے بدن پر اور سر پر مل لیتے تھے اور چربی مل جاتی تھی تو اس کو کھانے میں لے آتے تھے لہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے (تہجد کی نماز کے وقت) سو جاتی تھی اور میرے پاؤں آپ کے سامنے

سجدہ کی جگہ) پھیل جاتے تھے۔ لہذا جب آپ سجدہ میں جلتے تو میرے پاؤں کو ہاتھ لگاتے تھے (تاکہ پاؤں ہٹالوں تو سجدہ کی جگہ ہو جائے) لہذا میں پاؤں سکیڑ لیتی تھی اور جب آپ سجدہ سے فارغ ہو کر کھڑے ہو جاتے تھے تو میں پھر پاؤں پھیلا دیتی تھی۔ اس کو بیان کر کے فرمایا کہ اس زمانے میں گھروں میں چراغ نہ تھے لہ

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بستر بھی عمدہ اور نرم نہیں رکھتے تھے۔ آپ کی مصائب کی وجہ سے ازواجِ مطہرات بھی اسی طرح گزارہ کرتی تھیں۔ بھلا ان کو یہ کیسے گوارا ہوتا کہ خود آرام اٹھالیں اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف میں دیکھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس بستر پر سوتے تھے وہ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور جس تکیہ پر سہارا لگا کر بیٹھتے تھے وہ بھی اسی طرح کا تھا لہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک گھرانے میں کپڑے بھی زیادہ نہ تھے۔ بعض مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ کا کپڑا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پاک کیا تو آپ اسی کو پہنے ہوئے مسجد میں نماز کے لئے تشریف لے گئے اور دھونے کی تری اس میں موجود رہی لہ

ایک صاحب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باندی بھی وہیں موجود تھی جو ۵ درہم کا کڑتہ پہنے ہوئے تھی۔ اس کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ذرا میری اس باندی کو دیکھو وہ اپنے کو اس سے بالاتر سمجھتی ہے کہ گھر کے اندر اس کڑتہ کو پہنے اور ہمارا پچھلا زمانہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں یہ تھا کہ اس قسم کے کڑتوں میں کا ایک کڑتہ میرے پاس تھا جو مدینہ میں ہر شادی کے وقت دلہن کو سجانے کے لئے مجھ سے مانگ جاتا تھا (پھر خستی کے بعد واپس کر دیا جاتا تھا) لہ

مشورہ لینا | حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی صاحبِ فہم و فراست تھیں۔ اچھے اچھے سمجھداران سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ حضرت نافعؓ کا بیان ہے کہ میں شام اور مصر

کو مال لے جا کر تجارت کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میں تجارت کے ارادہ سے عراق کو اپنا مال لے گیا (واپس آکر) میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس پہنچا اور سارا واقعہ سنایا کہ میں پہلے تجارت کے لئے اپنا مال شام لے جایا کرتا تھا اس مرتبہ عراق کو لے گیا تھا (اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟) اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کیوں (بلاوجہ) اپنی (سابقہ) تجارت گاہ کو چھوڑتے ہو ایسا مت کرو کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ جب اللہ جل شانہ تمہارے لئے کسی ذریعہ سے رزق کے اسباب پیدا فرمادے تو جب تک (خود ہی) وہ سبب (کسی وجہ سے) نہ بدل جائے یا (نفع کے علاوہ) دوسرا رُخ اختیار نہ کر لے تو اس کو نہ چھوڑو لے

فضائل و مناقب | حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بہت سے فضائل حدیث شریف اور اسماء الرجال کی کتابوں میں لکھے ہیں۔

پہلے گزر چکا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب بیویوں سے زیادہ ان سے محبت تھی۔ ان کے شاگرد حضرت مسروق (تابعی) جب ان کے واسطے سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث سناتے تھے تو یوں فرمایا کرتے تھے حدیثی الصادقة ابنة الصديق حبيبة حبيب الله (یعنی مجھے روایت کی سچ بولنے والی صدیق کی بیٹی نے جو اللہ کے حبیب کی پیاری تھیں) لے

خود حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ مجھے دس چیزوں کے ذریعہ فضیلت ہے وہ دس چیزیں یہ ہیں :-

(۱) جبرئیل علیہ السلام میری تصویر لے کر (نکاح سے پہلے) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے۔

(۲) اور میرے سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کنواری عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔

(۳) اور نہ کوئی ایسی عورت میرے علاوہ آپ کے نکاح میں آئی جس کے ماں باپ دونوں نے ہجرت کی ہو۔

(۴) اور اللہ تعالیٰ نے آسمان پر سے میری برأت نازل فرمائی۔

(۵) اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس اس حال میں وحی آجاتی تھی کہ میں آپ کے ساتھ لحاف میں لیٹی ہوتی تھی۔

(۶) میں اور آپ ایک ہی برتن سے (ساتھ بیٹھ کر کپڑا باندھ کر) غسل کرتے تھے۔

(۷) آپ نماز (تہجد) پڑھتے رہتے تھے اور میں آپ کے سنانے لمبی لمبی لیٹی رہتی تھی۔

(۸) آپ کی وفات اس حال میں ہوئی کہ آپ میری گردن اور گود کے درمیان تھے اور میرا باری کا دن تھا۔

(۹) اور میرے ہی گھر میں آپ مدفون ہوئے۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی خصوصیات میں یہ بھی ذکر کیا کہ میں نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا اور میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ محبوب بیوی تھی اور جس وقت آپ کی وفات ہوئی اس وقت آپ کے پاس میرے اور فرشتوں کے علاوہ اور کوئی موجود نہ تھا یا یہ

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد بہت کامل ہوئے اور عورتوں میں بس مریم بنت عمران (والدہ سیدنا عیسیٰ صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہا) اور آسیہ فرعون کی بیوی کامل ہوئیں اور عائشہؓ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے شریعت کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے بلکہ

ایک مرتبہ سیدنا جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے ذریعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سلام کہلایا۔ انہوں نے اس کے جواب میں فرمایا وعلیہا السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام سبز ریشم کے کپڑے میں

عہ برأت کا ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ ۱۲۔ ۱۱۔ الاصابہ ۱۲۔

۱۱۔ مشکوٰۃ عن البخاری وسلم عہ روٹی کے ٹکڑوں کو شوربہ دار گوشت میں ہلگو یا کرتے تھے اس کو اہل عرب شریک کہتے تھے اور تمام کھانوں سے افضل سمجھتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صورت لے کر آئے اور عرض کیا یہ آپ کی بیوی ہیں دنیا اور آخرت میں لے

کثرت عبادت | حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اکثر روزے رکھا کرتی تھیں اور نفل نماز بھی بہت پڑھتی تھیں۔ چاشت کی نماز کا خاص اہتمام رکھتی

تھیں۔ اس وقت آٹھ رکعت پڑھا کرتی تھیں اور یہ فرماتی تھیں کہ میرے ماں باپ بھی اگر (قبر) سے اٹھ کر آجائیں تب بھی اس نماز کو نہ چھوڑوں گی لے (بلکہ ان کی خدمت کرتے ہوئے بھی اس کو ضرور پڑھوں گی) حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ فرماتے تھے کہ میرا ہمیشہ یہ معمول رہا ہے کہ جب صبح کو گھر سے نکلتا تو سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر جاتا اور سلام کرتا یہ ان کے بھائی کے بیٹے تھے۔ ایک مرتبہ جو میں ان کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ کھڑی ہوئی نفل نماز پڑھ رہی ہیں اور بار بار اس آیت کو پڑھ رہی ہیں اور رو رہی ہیں فَحَمَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقَّانَا عَذَابَ السَّهْمِ میں سلام پھیرنے کے انتظار میں کھڑا رہا۔ جتنی کہ طبعیت اُلٹا گئی اور میں ان کو اسی حال میں چھوڑ کر اپنی ضرورت کے لئے بازار چلا گیا۔ پھر جب واپس آیا تو دیکھا وہ اب بھی اسی طرح نماز میں کھڑی ہیں اور رو رہی ہیں لے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی تہجد پڑھا کرتی تھیں لے آپ کے بعد بھی اس کا اہتمام کرتی تھیں۔ روزوں کی کثرت ان کا خاص شغل تھا۔ ایک مرتبہ سخت گرمی کے موسم میں عرفہ کے دن یعنی نویں ذی الحجہ کو روزہ سے تھیں۔ سخت گرمی کی وجہ سے سر پر پانی کے پھینٹے دیئے جا رہے تھے۔ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے) فرمایا اس گرمی میں (نفل) روزہ کوئی ضروری نہیں ہے افطار کر لیجئے۔ (بعد میں قصار رکھ لینا کافی ہوگا) یسُن کر فرمایا کہ بھلا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سننے کے بعد کہ عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے

سال بھر کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ میں اپنا روزہ توڑ دوں گی لے۔ شریعت مقدسہ کی منع کی ہوئی چیزوں میں چھوٹی چھوٹی چیزوں سے بھی بچتی تھیں۔ راستہ میں کبھی ہتھیں اور گھنٹہ کی آواز آجاتی تو ٹھہر جاتی تھیں تاکہ اس کی آواز کان میں نہ آئے بلکہ نیکیوں کو پھیلانے کے ساتھ ساتھ بُرائیوں سے روکنا بھی ان کا خاص مشغلہ تھا اور اس مقصد کے لئے ہر ممکن طاقت خرچ کر دینا ضروری سمجھتی تھیں۔ ایک گھر کرایہ پر دے دیا تھا۔ کرایہ دار اس میں شطرنج کھیلنے لگے تو ان کو کہلا بھیجا کہ اس حرکت سے باز نہ آؤ گے تو مکان سے نکلوا دوں گی سہ

احکام اسلامیہ کو بلا چوٹوں و چیرا ماننا دیگر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اسلام کے احکام کے بارے میں چوٹوں و چیرا کو بالکل روا نہیں رکھتی تھیں۔ ان کی مشہور شاگرد حضرت معاذؓ مدویہ نے ایک مرتبہ سوال کیا کیا بات ہے حیض کے زمانے کی نماز نہیں پڑھی جاتی لیکن رمضان شریف کے روزے بعد میں رکھے جاتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کے جواب میں فرمایا اَحْزُرِیَّہُ اَنْتِ۔ (کیا تو نیچرٹی ہوگی جو اسلام کو اپنی سمجھ کا تابع کرنا چاہتی ہے اور اسلام کے حکم کو بغیر سمجھے ماننے کو پسند نہیں کرتی) حضرت معاذؓ نے عرض کیا میں نیچری تو نہیں ہوں۔ یوں ہی سوال کر رہی ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا (میں تو اس کے جواب میں یہی جانتی ہوں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں) ہم کو حیض آتا تھا تو روزہ کی قضا رکھنے کا حکم ہوتا تھا اور نماز کی قضا پڑھنے کا حکم نہیں دیا جاتا تھا اگہ

لے مسند احمد لے الادب المفرد للبغاری لے الادب المفرد للبغاری۔ عہ ایک حدیث میں ہے کہ عرفہ کا روزہ رکھنے سے ایک سال کے پچھلے اور ایک سال کے اگلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس کے راوی حضرت ابو قتادہؓ ہیں (مشکوٰۃ ص ۱۶۹ عن مسلم) عہ حرور ایک بستی تھی وہاں کے رہنے والوں میں یہ وبا چل پڑی تھی جو اس دور میں نیچریوں میں اور پچھلے دور میں معتزلہ میں پھیلی ہوئی تھی کہ جب تک عقل سلیم نہ کرے اسلام کی بات کو ماننے سے انکار کرتے تھے اس لئے ہم نے حروریہ کا ترجمہ نیچری کیا ہے ۱۲ لے جمع الغرائذ ۱۲۔

نزولِ آیت تیمم شریعت میں وضو کی جگہ بعض مجبوری کے مواقع میں جو تیمم

کر آپ کے علم میں اضافہ ہو گا کہ تیمم کے جاری ہونے کا سبب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہی ذات گرامی ہے۔ جس کا مفصل واقعہ وہ خود اپنے الفاظ میں اس طرح نقل فرماتی تھیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں گئے۔ بہت سے مسلمان ساتھ تھے ہم نے مقام بیدریا ذات الجیش میں قیام کیا وہاں میرے ہار کی لڑی ٹوٹ گئی لہذا اس کے ڈھونڈنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مزید) قیام فرمایا اور آپ کے ساتھ آپ کے ساتھی بھی بھڑے رہے۔ رات کا وقت تھا اور پانی کہیں قریب موجود نہیں تھا چونکہ لوگوں کو فجر کی نماز پڑھنے کا خیال تھا اس لئے بہت فکر مند ہوئے کہ پانی نہ ہونے کی وجہ سے بلا وضو نماز کیسے پڑھ سکیں گے۔ یہ سوچ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور اُن سے کہا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ عائشہ نے کیا کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے تمام ہمراہیوں کو روک لیا ہے اور حال یہ ہے کہ نہ پانی قریب ہے نہ اپنے پاس ہے۔

یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور مجھے ڈانٹنا شروع کیا اور نہ جانے کیا کیا کہا اور ڈانٹنے کے ساتھ ساتھ میری کواکھ میں کچوکھ دیتے رہے۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری ران پر سر رکھے ہوئے سو رہے تھے۔ آپ کے بے آرام ہونے کی وجہ سے میں نے حضرت ابوبکرؓ کے کچوکھ دینے پر ذرا حرکت نہ کی۔ الحاصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری ران پر سر رکھے ہوئے سوتے رہے حتیٰ کہ صبح ہو گئی اور پانی موجود نہ تھا۔ لہذا اللہ جل شانہ نے تیمم کی آیت نازل فرمادی اور سب نے تیمم کیا اور نماز پڑھی۔ یہ ماجرا دیکھ کر حضرت اسید بن حنیف رضی اللہ عنہ (خوشی میں پھڑک اٹھے اور) کہا کہ اے ابوبکر کے گھر والو! تم ہمیشہ سے برکت والے ہو۔ یہ تمہاری پہلی ہی برکت نہیں ہے اس کے بعد جب ہم نے اونٹ کو اٹھایا جس پر میں (سوار ہوئی) تھی تو وہ گم شدہ ہمارا اس کے نیچے سے مل گیا۔

شعر اور طب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مریضوں کے معالجات میں اور اشعارِ عرب یاد رکھنے میں بھی خاص ملکہ رکھتی تھیں۔ ان کے بھانجے حضرت عروہ بن الزبیر فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جب کوئی حادثہ پیش آجاتا تو اس کے متعلق ضرور شعر پڑھ دیتی تھیں لے۔

یہ بھی حضرت عروہ بن الزبیر کا ارشاد ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کوئی قرآن کا عالم اور فرائضِ اسلام اور حلال و حرام کا جاننے والا اور عرب کے واقعات اور اہل عرب کے نسب سے واقفیت رکھنے والا نہیں دیکھا لے۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے حضرت عروہ بن الزبیر نے عرض کیا کہ اے اماں جان! مجھے آپ کے فقیہ ہونے پر تعجب نہیں ہے کیونکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں اور نہ مجھے آپ کی شعردانی اور واقعاتِ عرب کی واقفیت پر تعجب ہے۔ کیونکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہو۔ ان کی صحبت سے یہ چیزیں حاصل ہو گئیں۔ لیکن مجھے تعجب ہے کہ آپ کو طب سے کیوں کر واقفیت ہوئی؟ اس کے جواب میں حضرت عروہؓ کے کاندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ عروہ بیٹا! طب میں نے اس طرح سیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری عمر میں بیمار ہو جایا کرتے تھے اور لوگ دُور دُور سے آیا کرتے تھے۔ وہ آپ کو علاج کے طریقے اور دوائیں بتاتے تھے اور میں ان کے ذریعہ آپ کا علاج کرتی تھی لے۔

سخاوت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی سخی تھیں اور ان کی بہن اسماء بنت ابی بکرؓ بھی سخاوت میں بڑا مرتبہ رکھتی تھیں حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے (جو حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے تھے) کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت اسماء سے بڑھ کر کوئی عورت سخی نہیں دیکھی لیکن دونوں کی سخاوت میں ایک فرق تھا اور وہ یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا محض اٹھوڑا جمع کرتی رہتی تھیں یہاں تک کہ جب خاصی مقدار میں جمع ہو جاتا تو

(ضرورت مندوں) میں تقسیم فرمادیتی تھیں اور حضرت اسماءؓ کا یہ حال تھا کہ وہ کل کے لئے کچھ رکھتی ہی نہ تھیں!ؑ

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ اپنا چشم دید واقعہ بیان فرماتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک روز ستر ہزار کی مالیت (ضرورت مندوں پر) تقسیم فرمادی اور اپنا یہ حال تھا کہ تقسیم کرتے وقت اپنے کرتے میں بیوند لگا رہی تھیں!ؑ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہا نے ایک طبق میں سچے منوتی بھر کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ہدیہ بھیجے جن کی قیمت ایک لاکھ لگی۔ انہوں نے ہدیہ قبول کر کے اپنے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویوں میں تقسیم فرمادیا!ؑ

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا روزہ تھا اور اسی روز ان کے پاس ان کے بھانجے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو بورے بھر کر ہدیہ بھیجا جو ایک لاکھ اسی ہزار کی مالیت تھی۔ وہ اسی وقت تقسیم کرنے بیٹھ گئیں اور تھوڑی دیر میں تمام کر دیا جب شام ہوئی تو ایک درہم (چونی بھر کر چاندی) بھی پاس نہ تھا۔ افطار کے وقت اپنی باندی سے فرمایا کہ افطاری لاؤ چنانچہ وہ زیتون کا تیل اور روٹی لے کر آئی وہیں ایک عورت ام ذرہ موجود تھی (اس کا بھی روزہ تھا) اس نے کہا کہ آج جو آپ نے مال تقسیم کیا ہے اس میں سے اتنا بھی آپ نہ کر سکیں کہ ایک درہم کا گوشت ہی منگا لیتیں جسے افطاری میں ہم کھا لیتے! حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ اب کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ اس وقت تم یاد دلائیں تو میں اس کا خیال کر لیتی ہوں۔

ایک روز کا واقعہ ہے جسے وہ خود بیان فرماتی تھیں کہ میرے پاس ایک عورت آئی جس کے ساتھ دو لڑکیاں تھیں اس نے سوال کیا۔ اس وقت میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ تھا میں نے وہی دے دی۔ اس نے اس کھجور کو لے کر دو ٹوٹے کر کے دونوں بچوں کو ایک ایک ٹکڑا دے دیا اور خود نہ کھایا۔ اس کے بعد وہ چلی گئی اور اس کے

بعد ہی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم زنان خانے میں تشریف لے آئے۔ میں نے آپ کے سامنے واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ جو شخص ان لڑکیوں کی پرورش میں ذرا بہت بھی مبتلا کیا گیا اور اس نے ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تو یہ لڑکیاں اس کے لئے دوزخ کی آڑ بن جائیں گی لے

ایک مرتبہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زنان خانے میں ایک بکری ذبح کی گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے۔ کچھ دیر کے بعد تشریف لائے تو دریافت فرمایا کہ بکری کا کیا ہوا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ (سب صدقہ کر دی گئی) صرف اس کا ہاتھ باقی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (واقعہ یہ ہے کہ) اس کے علاوہ سب باقی ہے۔ بلکہ (مطلب یہ تھا کہ جو اللہ کی راہ میں دے دیا گیا باقی وہی ہے اور جو ابھی ہمارے پاس ہے اس کو باقی کہنا درست نہیں۔ کما قال اللہ عز وجل:

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ ط۔

خوفِ خدا اور فکرِ آخرت | حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عابدہ زاہدہ ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے

والی اور آخرت کی بہت فکر رکھنے والی تھیں۔

ایک مرتبہ دوزخ یاد آگئی تو رونا شروع کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رونے کا سبب پوچھا تو عرض کیا مجھے دوزخ کا خیال آگیا اس لئے رو رہی ہوں سب ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دربارِ رسالت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جب سے آپ نے منکر نکیر کی (ہیبت ناک آواز) کا اور قبر کے بھینچنے کا ذکر فرمایا ہے اس وقت سے مجھے کسی چیز سے تسلی نہیں ہوتی (اور دل کی پریشانی دور نہیں ہوتی) آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ! منکر نکیر کی آواز مومن کے کانوں میں ایسی معلوم ہوتی ہے (جیسے آنکھوں میں سرمہ) اور قبر کا مومن کو دباتا ایسا ہوتا ہے جیسے کسی کے سر میں درد ہو اور اس کی شفقت والی ماں آہستہ آہستہ دبائے اور وہ اس سے آرام

وراحت پائے (پھر فرمایا کہ):

اے عائشہ! اللہ کے بارے میں شک کرنے والوں کے لئے بڑی خرابی ہے اور وہ قبر میں اس طرح بھیجے جاتیں گے جیسے انڈے پر پتھر رکھ کر دبا دیا جائے لے
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز میرے پاس ایک یہودی عورت اندر گھر میں آئی اور اس نے قبر کے عذاب کا ذکر کیا۔ ذکر کرتے کرتے اس نے مجھ سے کہا کہ اَعَاذُكَ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ (اللہ تعالیٰ تجھے قبر کے عذاب سے پناہ میں رکھے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے عذاب قبر کے متعلق سوال کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ عذاب قبر حقیقی ہے۔ اس کے بعد میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ہر نماز کے بعد عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے لے

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خالہ جان کی بے پناہ فیاضی دیکھ کر ایک دفعہ (کسی کے سامنے یوں) کہہ دیا کہ یا تو وہ اتنے خرچ سے خود ہی رُک جائیں ورنہ ان کا ہاتھ خرچ سے روک دوں گا۔ جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ بات پہنچی تو فرمایا اچھا عبداللہ نے ایسا کہا ہے؟ حاضرین نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا میں نے نذر مان لی کہ زبیرؓ کے بیٹے سے کبھی نہ بولوں گی۔ اس کے بعد عرصہ تک بول چال بند رکھی۔ پھر مشکل سے مسوڑ بن مخرمہ اور عبدالرحمن بن الاسود کے کہنے سننے کے بعد ان سے بولنا شروع کیا اور نذر کے کفارہ میں چالیس غلام آزاد کئے اور جب کبھی نذر کے ٹوڑ دینے کا خیال آجاتا تو روتے روتے اپنا دوپٹہ تر کر لیتی تھیں لے اور نذر کے ٹوٹ جانے پر مواخذہ سے ڈرتی تھیں اور گو نذر کے کفارہ میں ایک غلام آزاد کرنا کافی ہے لیکن ان کو خوفِ خدا اس قدر لگا ہوا تھا کہ بار بار غلام آزاد کرتی تھیں کہ شاید اب خطا معاف ہو جائے شاید اب خطا معاف ہو جائے۔

ایک بہت بڑا مہمان اور

اللہ جل شانہ کی طرف سے برأت کا اعلان

حدیث شریف کی کتابوں میں اور خصوصاً بخاری شریف میں یہ واقعہ غیر معمولی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے کہ جب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بنی المصطلق کے لئے تشریف لے گئے تو بیویوں میں قرعہ ڈالا کہ کس کو ساتھ لے جائیں۔ نتیجۃً امہات المؤمنین میں سے حضرت عائشہؓ کا نام نکل آیا اور وہ آپ کے ساتھ روانہ ہو گئیں اور معمول یہ تھا کہ حضرت عائشہؓ اپنے ہودج (پردہ دار شغوف) میں سوار ہو جاتی تھیں اور اس ہودج کو اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا جاتا تھا۔ غزوہ سے فراغت کے بعد مدینہ طیبہ کو واپس ہوتے ہوئے ایک رات یہ واقعہ پیش آیا کہ قافلہ ایک منزل میں ٹھہرا اور آخر شب میں (روانہ ہونے سے کچھ پہلے) اعلان کیا گیا کہ قافلہ روانہ ہونے والا ہے (تاکہ لوگ اپنی اپنی ضرورتوں سے فارغ ہو کر روانگی کے لئے تیار ہو جائیں) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قضائے حاجت کی ضرورت تھی اس سے فراغت کے لئے جنگل کی طرف ذرا فاصلہ پر چلی گئیں وہاں اتفاقاً ان کا ہار ٹوٹ کر گر گیا جس کے گرنے کا وہاں پتہ نہ چلا، اپنی جگہ پر واپس آئیں تو گلے میں ہار نہ پا کر اس جگہ واپس گئیں جہاں ہار گر اٹھا، اس کی تلاش میں ان کو دیر لگ گئی جب واپس اپنی جگہ پہنچیں تو دیکھا کہ قافلہ روانہ ہو چکا ہے جس اونٹ پر سوار ہوا کرتی تھیں اس کا قصہ یہ ہوا کہ جب قافلہ روانہ ہونے لگا تو معمول کے مطابق حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ہودج یہ سمجھ کر کہ وہ اس میں موجود ہیں اونٹ پر سوار کر دیا گیا۔ اٹھاتے وقت ذرا بھی اس امر کا شبہ نہ ہوا کہ اس میں حضرت صدیقہ نہیں ہیں کیوں کہ وہ جسم کے اعتبار سے بھاری نہ تھیں معمولی خوراک کھاتی تھیں، بدن میں معمولی سا بوجھ تھا اس کی وجہ

سے ہودج اٹھانے والوں کو یہ اندازہ ہی نہ ہوا کہ ہودج خالی ہے۔ چنانچہ اونٹ کو ہانک دیا گیا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنی جگہ واپس آ کر قافلہ کو نہ پایا۔ میں قافلہ کے پیچھے دوڑنے یا ادھر ادھر تلاش کرنے کے بجائے اپنی جگہ چادر اوڑھ کر بیٹھ گئی اور خیال کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہو گا کہ میں ہودج میں نہیں ہوں تو مجھے اسی جگہ تلاش فرمائیں گے اگر ادھر ادھر کہیں اور جگہ جاتی ہوں تو تلاش میں مشکل ہوگی۔ اس لئے اپنی جگہ چادر میں لپٹ کر بیٹھ گئی۔ آخر رات کا وقت تھا نیند کا غلبہ ہوا وہیں لیٹ کر آنکھ لگ گئی۔

صفوان بن معطل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خدمت کے لئے پہلے سے مقرر فرما رکھا تھا کہ وہ قافلہ کے پیچھے رہیں اور قافلہ روانہ ہونے کے بعد گری پڑی جو کوئی چیز رہ گئی ہو اس کو اٹھا کر محفوظ کر لیا کریں۔ اس منزل سے پہلے جس جگہ منزل کی تھی وہ وہاں سے آ رہے تھے۔ سفر کرتے ہوئے صبح کے وقت اس جگہ پہنچے جہاں میں موجود تھی ابھی روشنی پوری نہ ہوئی تھی انہوں نے دور سے اتنا دیکھا کہ کوئی آدمی پڑا سو رہا ہے قریب آئے تو مجھے پہچان لیا کیونکہ انہوں نے پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے مجھ دیکھا تھا۔ مجھے پہچان کر (اور جنگل بیابان میں تنہا دیکھ کر) انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ اس کے پڑھنے کی آواز کان میں پہنچی تو میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے فوراً اپنی بڑی چادر سے اپنا چہرہ ڈھاک لیا، خدا کی قسم انہوں نے مجھ سے ایک بات بھی نہیں کی اور نہ میں نے ان سے کوئی کلمہ سوائے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کے سنا۔

اس کے بعد حضرت صفوانؓ اپنی اونٹنی میرے قریب لائے اور اونٹنی بٹھادی اور پشت پھیر کر کھڑے ہو گئے۔ میں اونٹنی پر سوار ہو گئی، اس کے بعد اونٹنی کی نکیل پکڑے ہوئے آگے چلتے رہے۔ حتیٰ کہ دو پہر کے وقت وہاں پہنچ گئے جہاں لشکر ہم سے پہلے پڑاؤ ڈال چکا تھا، بس کچھ لوگوں نے بُری بات کی تہمت لگا دی اور اسے اچھالنا شروع کر دیا تہمت کے لگانے اور اچھالنے میں سب سے بڑا حصہ عبداللہ بن ابی ابن سلول کا تھا (جو منافقوں کا سردار تھا)۔

شکر وہاں سے روانہ ہوا اور سفر سے واپس شکر مدینہ منورہ پہنچا۔ مدینہ پہنچ کر
میں ایک ماہ تک بیمار رہی۔ اس عرصے میں تہمت لگانے والوں کی باتوں کا لوگوں میں
چرچا ہوتا رہا اور مجھے کچھ خبر نہ ہوئی۔ البتہ اس عرصہ میں یہ بات کھٹکتی تھی کہ حضور انور
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے قبل میری بیماری میں جس لطف و مہربانی کا برتاؤ
فرماتے تھے آج کل اس لطف و مہربانی کا انداز نہیں ہے بس یہ ہوتا تھا کہ آپ گھر
میں تشریف لاتے اور سلام فرماتے پھر (مجھے خطاب کئے بغیر) دوسروں سے دریافت
فرماتے تھے کہ اس کا کیا حال ہے؟

مجھے یہ چیز کھٹکتی تھی اور تہمت والی بات کا مجھے پتہ نہ تھا۔ اول تو مرض، پھر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے اتفاقی، اس کی وجہ سے میں بہت کمزور ہو گئی۔ اسی
دوران ایک رات کو مسطحؓ صحابی کی والدہ ام مسطح کو ساتھ لے کر میں نے قصار حاجت کے
لئے باہر جانے کا ارادہ کیا کیوں کہ اس وقت گھروں میں بیت الخلاء بنانے کا رواج نہ
تھا اور عورتیں صرف رات کو قضائے حاجت کے لئے باہر جاتی تھیں۔ جب میں قضاء
حاجت سے فارغ ہو کر مسطح کی والدہ کے ساتھ گھر کی طرف آنے لگی تو ان کا پاؤں
چادر میں اُلجھ گیا جس کی وجہ سے وہ گر پڑیں، اس وقت اُن کی زبان سے یہ کلمہ نکلا
تَعَسَىٰ مِسْطَحٌ یعنی مسطح ہلاک ہو۔

ان کی زبان سے اپنے بیٹے کے لئے بددعا کا کلمہ سُن کر مجھے بڑا تعجب ہوا۔ میں
نے کہا کہ یہ بہت بُری بات ہے کہ تم ایک نیک آدمی کو بُرا کہتی ہو جو غزوہ بدر میں
شریک تھا یعنی ان کا بیٹا مسطح۔

اس پر انہوں نے تعجب سے کہا کہ بیٹی کیا تجھے خبر نہیں کہ (میرا بیٹا) مسطح کیا کہتا
پھرتا ہے۔ میں نے پوچھا کیا کہتا ہے؟ اس پر انہوں نے تہمت والی بات سنائی۔
یہ سن کر میرا مرض اور بڑھ گیا۔ جب میں گھر واپس آئی اور حسب معمول رسول اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو سلام کیا اور اسی طریقہ پر مزاج پُرسی فرمائی کہ اس
کا کیا حال ہے۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ اپنے والدین کے

گھر چلی جاؤں۔ آپ نے اجازت دے دی۔ وہاں جانے سے میرا مقصد یہ تھا کہ والدین سے اس معاملہ کی تحقیق کروں۔ میں نے جاکر والدہ سے پوچھا انہوں نے تسلی دی کہ بیٹا التجہ جیسی عورتوں کے دشمن ہوا کرتے ہیں اور ایسی چیزیں اس عورت کے لئے پیش آیا کرتی ہیں جو اپنے شوہر کے نزدیک حسن و جمال میں حیثیت رکھتی ہو اگر اس کی نظر میں چڑھی ہوئی ہو تو سو کنوں کی طرف سے کثرت سے ایسی چیزیں پیش آتی ہیں۔ لہذا زیادہ فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں معاملہ یوں ہی رفع دفع ہو جائے گا۔ میں نے کہا سبحان اللہ! لوگوں میں اس کا چرچا ہو چکا ہے میں اس پر کیسے صبر کروں؟ میں ساری رات روتی رہی، نہ میرے آنسو تھمتے نہ آنکھ لگی۔ بھٹور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی چوں کہ اس خبر کے پھیلنے سے بہت غمگین تھے اور اس بارے میں اب تک کوئی وحی نازل نہ ہوئی تھی۔ اس لئے آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ سے جو دونوں گھر ہی کے آدمی تھے مشورہ لیا کہ ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیئے۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ نے تو کھل کر عرض کیا جہاں تک ہمارا علم ہے ہمیں عائشہؓ کے بارے میں کوئی بدگمانی نہیں ان کی کوئی بات ایسی نہیں جس سے بدگمانی کی راہ پیدا ہو۔ آپ ان افواہوں کی کچھ پرواہ نہ فرمائیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے (آپ کو غم و اضطراب سے بچانے کے لئے) یہ مشورہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر کچھ تنگی نہیں فرمائی۔ عورتیں اور بہت ہیں اور گھر کی باندی سے تحقیق فرمائیں۔

چنانچہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہؓ سے پوچھ گچھ فرمائی (جو حضرت عائشہؓ کی باندی تھیں) انہوں نے عرض کیا کہ اور تو کوئی بات عیب کی مجھے ان میں نظر نہیں آئی سوائے اس کے کہ وہ نو عمر لڑکی ہے۔ بعض اوقات آٹا گوندھ کر سو جاتی ہے بکری

اللہ کی قسم میں تو عائشہؓ کے بارے میں خیر کے سوا کچھ نہیں جانتی ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیویوں میں ایک زینب ہی ایسی تھیں جو میرے مقابلہ میں فخریہ بات کر لیتی تھیں، اللہ جل شانہ نے ان کے تقوے کی وجہ سے تہمت میں شریک ہونے سے بچالیا اور ان کی بہن حمہ ان کی وجہ سے بدر مقابل بن کر کھڑی ہو گئی اور تہمت میں حصہ لے لیا۔

(اس کے بعد حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد میں خطبہ دینا اور تہمت گھڑنے والوں اور افواہ پھیلانے والوں کی شکایت فرمانا اور حاضرین کا سوال و جواب مذکور ہے)۔ آگے کا قصہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یوں بیان فرمایا کہ مجھے یہ سارا دن پھر دوسری رات بھی روتے ہوئے گزری۔ صبح کو سویرے میرے والدین بھی میرے پاس آگئے اور میں اس قدر رو چکی تھی کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ میرا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ میرے والدین میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میرے پاس بیٹھ گئے اور جب سے یہ قصہ بھیلنا تھا اس وقت سے آپ میرے پاس آکر نہ بیٹھے تھے اور ایک ماہ کا عرصہ گزر چکا تھا جس میں میرے اس موجودہ معاملہ میں آپ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔ اس موقع پر آپ نے خطبہ شہادت پڑھا اور فرمایا کہ اے عائشہ! مجھے تمہارے بارے میں یہ باتیں پہنچی ہیں۔ اگر تم بری ہو تو ضرور اللہ تعالیٰ تمہیں بری کر دیں گے (یعنی برأت کا اظہار بذریعہ وحی نازل فرما دیں گے) اور اگر تم سے کوئی لغزش ہو گئی ہے تو اللہ سے توبہ و استغفار کرو۔ کیوں کہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کر کے توبہ کر لیتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کلام پورا فرمایا تو میرے آنسو بالکل خشک ہو گئے۔ حتیٰ کہ میں نے محسوس کیا کہ آنکھوں میں ایک قطرہ بھی نہیں ہے۔ میں نے اپنے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب دیجئے۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے عذر کیا کہ میں کیا کہہ سکتا ہوں، پھر میں نے اپنی والدہ سے عرض کیا کہ آپ جواب دیجئے۔ انہوں نے بھی عذر کر دیا کہ میں کیا کہہ سکتی ہوں۔

اب مجبور ہو کر مجھے ہی بولنا پڑا۔ میں ایک کم عمر لڑکی تھی اب تک قرآن بھی زیادہ نہیں پڑھ سکی تھی۔ اس وقت اس رنج و غم اور انتہائی صدمہ میں جبکہ اچھے اچھے عقلا کے لئے بھی معقول بات کرنا آسان نہیں ہوتا حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جو کچھ فرمایا وہ ان کی ہوشمندی اور عقلمندی اور ہمت و متانت کا ایک نمونہ ہے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اپنے والدین سے مخاطب ہوتے ہوئے عرض کیا کہ بخدا مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ آپ حضرات نے اس بات کو سنا اور سُننے رہے ہیں یہاں تک کہ آپ کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی اور آپ نے اس کی (عملاً) تصدیق کر دی۔ اب اگر میں کہتی ہوں کہ میں اس سے بری ہوں تو آپ حضرات میری تصدیق نہ کریں گے اور اگر میں ایسے کام کا اعتراف کر لوں جس سے میرا بری ہونا اللہ جل شانہ کو معلوم ہے تو آپ حضرات مان لیں گے۔ واللہ اب میں اپنے اور آپ حضرات کے بارے میں کوئی مثال بجز اس کے نہیں پاتی جو یوسف علیہ السلام کے والد نے اپنے بیٹوں کی غلط بات سُن کر فرمائی تھی کہ میں صبر جمیل اختیار کرتا ہوں اور اللہ سے اس معاملے میں مدد طلب کرتا ہوں جو تم بیان کر رہے ہو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اتنی بات کہہ کر میں وہاں سے ہٹ کر اپنے بستر پر جا لیٹی، واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کرتی تھیں کہ مجھے یقین تھا کہ جیسا کہ میں فی الواقع بری ہوں اللہ تعالیٰ ضرور میری برأت کا اظہار فرمادیں گے لیکن یہ ذرا بھی خیال نہ تھا کہ میرے اس معاملہ میں کلام اللہ کی آیات نازل ہوں گی جو ہمیشہ تلاوت کی جائیں گی۔ کیونکہ میں اپنی حیثیت اس سے بہت کم سمجھتی تھی۔ مجھے یہ امید تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ایسا خواب دیکھ لیں گے جس میں اللہ جل شانہ کی جانب سے میری برأت ظاہر کر دی جائے گی۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی اس مجلس سے اُٹھے بھی نہ تھے اور گھر والوں میں سے کوئی گھر سے باہر نہیں نکلا تھا کہ آپ پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو نزول وحی کے وقت ہو کرتی تھی جس سے سردی کے زمانے میں آپ کی پیشانی مبارک سے

پسینہ پھوٹنے لگتا تھا جب یہ کیفیت رفع ہوئی اور اس وقت جو وحی اللہ جل شانہ نے بھیجی وہ پوری ہوئی تو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنستے ہوئے سب سے پہلا کلمہ جو فرمایا وہ یہ تھا یا عائشہ احمدي اللہ اما اللہ فقد برأک یعنی اے عائشہ رضی اللہ عنہا کی تعریف کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بری کر دیا۔ میرے والدین نے کہا کھڑی ہو جاؤ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو اور آپ کا شکریہ ادا کرو۔ اس وقت میں بہت زیادہ غصہ میں تھی۔ میں نے کہا کہ میں اس معاملہ میں نہ آپ کے پاس حاضر ہوتی ہوں نہ اللہ کے سوا کسی کا احسان مانتی ہوں۔ میں صرف اپنے رب کا شکر ادا کرتی ہوں اسی نے میری برأت نازل فرمائی ہے، نہ میں آپ کی تعریف کرتی ہوں نہ آپ لوگوں کی تعریف کرتی ہوں۔ آپ لوگوں نے تو بات سن کر اس کی مخالفت کی ہی نہ تھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت کے سلسلہ میں سورۃ نور کی دس آیات نازل ہوئیں لہٰذا اس سورت کے دوسرے رکوع سے شروع ہیں جن میں پہلی آیت یہ ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ جَاؤْا
بِالْاَفْکِ عَصَبَةٌ مِنْکُمْ لَا
تَحِبُّوْهُ شِرَکَکُمْ بَلْ هُوَ
خَیْرٌ لَّکُمْ لَکُلِّ اَمْرِ
مِنْهُمْ مَا اَکْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ
وَ الَّذِیْ تَوَلٰی کَیْبَهُ مِنْهُمْ
لَهُ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ (۲۴: ۱۱)

جن لوگوں نے یہ تہمت لگائی وہ تمہارے اندر ایک جھوٹا سا گردہ ہے تم اس بہتان کو اپنے حق میں بُرا نہ سمجھو بلکہ یہ (انجام کے اعتبار سے) تمہارا حق میں بہتر ہی بہتر ہے۔ ان میں سے ہر شخص کو جتنا اس نے کچھ کیا اس کا گناہ ہوا اور ان میں سے جس نے اس بہتان میں سب سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اس کے لئے بہت بڑی سزا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تہمت لگانے کے سلسلے میں عبداللہ بن ابی بن سول اور حضرت حسان اور حضرت مسطح اور حضرت حمہ بنت جحش کا نام حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے۔ ان میں عبداللہ بن ابی سول تو منافقوں کا سردار تھا اور اس

نے اس قصہ کو آگے بڑھایا اور خوب اچھا لاکھا اور حضرت مسطحؓ اور حضرت حسانؓ اور حضرت جمنہؓ (عورت) یہ تینوں مسلمان تھے لیکن منافقوں کی باتوں میں آکر یہ بھی ان کے ساتھ لگ لئے تھے۔

قرآنی ضابطہ کے مطابق تہمت لگانے والوں کے ذمہ گواہ پیش کرنا تھا لیکن وہ ایک بالکل ہی بے بنیاد خبر کو لئے پھرتے تھے گواہ کہاں سے لاتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تہمت لگانے والوں پر شرعی ضابطہ کے مطابق حدِ قذف یعنی تہمت لگانے کی سزا جاری فرمائی اور اسی کوڑے لگائے۔ تہمت لگانے کی یہ سزا بھی سورہ نور کے پہلے رکوع میں مذکور ہے۔

آنحضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں نے جن میں منافقین بھی تھے جو مارِ آستین بنے ہوئے تھے آپؐ کے خلاف اپنی ساری تدبیریں صرف کر ڈالیں اور آپؐ کو ایذا پہنچانے کی جو جو صورتیں کسی کے ذہن میں آ سکتی تھیں وہ سب ہی اختیار کر لیں ان کی طرف سے جو ایذائیں آپؐ کو پہنچی ہیں ان میں شاید یہ آخری سخت اور روحانی ایذا تھی کہ ازواجِ مطہرات میں جو آپؐ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں اور جو مقدس ترین خاتون تھیں ان پر اور ان کے ساتھ حضرت صفوان بن معطلؓ جیسے مقدس صحابی پر عبد اللہ ابن ابی منافق نے تہمت گھڑی پھر اس کو رنگ دیا اور پھیلایا۔ اس بے اصل اور بے دلیل ہوائی تہمت کی وجہ سے حضرت ام المومنینؓ اور خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جو روحانی ایذا پہنچی تھی حق تعالیٰ شانہ نے اس کے ازالہ اور صدیقہؓ کی برائت کے لئے وحی الہی کے کسی اشارہ پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ قرآن کے تقریباً دو رکوع نازل فرمائے اور جو کوئی ایسی تہمت گھڑنے یا جو شخص اس کے تذکرے میں حصہ لے ان سب کے لئے عذاب دنیا اور عذاب آخرت کی وعیدیں نازل فرمائیں۔

درحقیقت اس واقعہ انک نے حضرت صدیقہؓ کی عفت و تقدس کے ساتھ ان کی اعلیٰ عقل و فہم کے کمالات کو بھی روشن کر دیا۔ اسی لئے اس واقعہ میں جو آیات مذکور ہیں ان میں سب سے پہلی آیت میں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اس حادثہ کو اپنے لئے شرم

سمجھو بلکہ یہ تمہارے لئے خیر ہے، اس سے بڑی خیر کیا ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے آیت قرآنیہ نازل فرما کر ان کی پاکی اور نزاہت کی شہادت دی جو قیامت تک تلاوت کی جائیں گی۔

ضابطہ کا تقاضا تو یہ تھا کہ جیسے ہی کچھ لوگوں نے تہمت لگائی تھی اسی وقت ان سے گواہ طلب کئے جاتے اور گواہ پیش نہ کر سکنے پر فوراً سزا جاری کر دی جاتی لیکن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا بلکہ وحی کا انتظار فرمایا، اگر گواہوں کا مطالبہ فرما کر چٹ پٹ سزا جاری فرما دیتے تو ممکن تھا کہ لوگوں کے دلوں میں یہ بدگمانی پیدا ہو جاتی کہ دیکھو اپنے گھر کا معاملہ ہے۔ اس کو سزا دے کر دبا رہے ہیں، ایسا یقین کرنے والے کافر ہو جاتے۔ آپ نے ان کا ایمان بچانے کے لئے خود صدمہ اٹھایا اور رنج و کرب کے پہاڑ برداشت کئے اور جب بذریعہ وحی برأت نازل ہوئی تو سزا جاری فرمائی۔ فصلی اللہ علیہ واصحابہ وازواجه وآلہ۔

آخر میں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ اگر کسی کی بیوی پر کوئی آدمی تہمت لگا دے اور وہ جھوٹی بھی ثابت ہو جائے تب بھی وہ شخص اس کا بچہ چا پسند نہ کرے گا اور نہ اُسے اپنی کتاب میں جگہ دے گا۔ یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے۔ اس بات کے سمجھ لینے سے ہر صاحب ہوش و گوش یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید حضرت سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بنائی ہوئی کتاب نہیں ہے۔ اگر یہ کتاب ان کی اپنی بنائی ہوئی ہوتی تو اول برأت کا اعلان فرمانے کے لئے انتظار مہینہ سوا مہینہ کا انتظار کیوں فرماتے اور مصیبت و پریشانی میں کیوں مبتلا ہوتے پھر ان آیات کو کتاب میں کیوں شامل فرماتے جن میں آپ کی جہیتی بیوی پر تہمت کا تذکرہ ہے؟

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ جل شانہ کی طرف سے جو وحی آتی تھی آپ اس کے چھپانے کا اختیار نہیں رکھتے تھے جو کچھ اللہ جل شانہ کی طرف سے نازل ہوتا تھا اس کی تعلیم دیے بغیر چارہ نہ تھا۔ آپ اللہ کی جانب سے مامور تھے اگر آپ کو کوئی آیت قرآن سے کم کرنے کا اختیار ہوتا تو ان آیات کو کتاب اللہ میں شامل ہی نہ رہنے دیتے۔ تہمت کا جو واقعہ پیش آیا۔ اس کے بارے میں آیات نازل ہوئیں۔ ان سے احکام معلوم

ہوئے۔ اہل ایمان کو طرح طرح کی ہدایات ہیں اور نصیحتیں حاصل ہوتیں۔ یہ سب خیر ہی خیر ہے۔ والحمد للہ علی ما انعم۔

وفات

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات منگل کی شب، ۱۲ رمضان المبارک ۶۰ھ میں ہوئی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کا سن وفات ۵۹ھ ہے مرض الوفا میں جو لوگ مزاج پرسی کو آتے اور بشارت دیتے تو (آخرت کے حساب کے ڈر سے) فرماتیں۔ کاش میں پھتر ہوتی۔ کاش کسی جنگل کی گھاس ہوتی۔ اسی زمانے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس تشریف لے گئے اور ابن کے نھائل و مناقب ذکر کئے تو فرمایا اے ابن عباسؓ! رہنے دو۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں تو یہ پسند کرتی ہوں کہ کاش میں پیدا ہی نہ ہوئی ہوتی۔ وفات ہو جانے پر حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ عائشہؓ کے لئے جنت واجب ہے اور یہ بھی فرمایا کہ خدا ان پر رحمت کرے وہ اپنے باپ کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پیاری تھیں۔ وفات کے قریب وصیت فرمائی کہ میں رات ہی دفن کر دی جاؤں۔ چنانچہ وتر نماز کے بعد جنت البقیع کے سپرد کر دی گئیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور دفن کے لئے ان کے حقیقی بھانجے حضرت عبداللہؓ اور عروہؓ اور ان کے بھائی کے بیٹے قاسم رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن محمدؓ ابی بکر اور دوسرے بھائی کے بیٹے عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم قبر میں اترے اور ان کو دفنایا۔ رضی اللہ عنہا وارضابا۔



حضرت سودہ رضی اللہ عنہا

حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ سے نکاح فرمایا ان دونوں میں پہلے کس سے نکاح ہوا؟ اس میں سیرت لکھنے والوں کا اختلاف ہے۔ لیکن حافظ ابن کثیرؒ البدایہ میں مسند امام احمدؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا کہ:-

وكانت اول امرأة
تزوجها بعدى .
میرے بعد سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس سے نکاح فرمایا وہ سودہ تھیں ۔

پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح کرانے میں حضرت خولہ بنت حکیم کی کوشش کو بڑا دخل ہے۔ وہ پہلے تو حضرت عائشہؓ کے والدین کے پاس گئیں اور انہوں نے ان کی کوشش کا میاب ہوئی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہؓ کا نکاح ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت سودہ کے پاس پہنچیں اور ان سے کہا کہ تمہیں خبر بھی ہے اللہ نے کس خیر و برکت کا تمہارے ساتھ ارادہ فرمایا ہے؟ انہوں نے سوال کیا وہ کیا؟ حضرت خولہؓ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ تمہیں آپ کی طرف سے نکاح کا پیغام دوں۔ حضرت سودہؓ نے کہا کہ میرے والد سے اس کا تذکرہ کرو۔ یہ سن کر حضرت خولہؓ ان کے والد کے پاس پہنچیں اور ان کو سلام کیا۔ انہوں نے پوچھا یہ سلام کرنے والی کون ہیں؟ جواب دیا حکیم کی بیٹی خولہ ہوں۔ پوچھا کیسے آنا ہوا؟ جواب دیا محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پیغام لے کر آئی ہوں کہ سودہ کا نکاح ان سے ہو جائے۔ انہوں نے جواب دیا موقع اچھا ہے آدمی بہت مناسب ہیں مگر یہ بتاؤ کہ سودہ کی کیا رائے ہے؟ حضرت خولہؓ نے جواب دیا کہ سودہ راضی ہیں۔ انہوں نے کہا اچھا ذرا اس کو بلاؤ۔ میں اس سے پوچھ لوں چنانچہ

وہ حضرت سودہؓ کو بلالائیں۔ حضرت سودہؓ کے والد نے بیٹی سے دریافت کیا کہ اسے بیٹیا کیستی ہے کہ محمدؐ بن عبد اللہؑ نے تجھ سے نکاح کرنے کے لئے اپنا پیغام بھیجا ہے میرے نزدیک جگہ بہت مناسب ہے کیا تیری خوشی ہے کہ میں تیرا نکاح ان سے کر دوں؟ حضرت سودہؓ نے جواب دیا جی ہاں میری تو رائے ہے۔ یہ سن کر حضرت سودہؓ کے والد نے حضرت خولہؓ سے کہا اچھا ان کو بلالاد۔ چنانچہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلالائیں اور حضرت سودہؓ کے والد نے اپنی بیٹی کا نکاح آپؐ سے کر دیا۔ حضرت سودہؓ کے بھائی عبد بن زمعہ اس وقت موجود نہ تھے جب وہ گھر آئے اور اس واقعہ کی خبر ہوئی تو اسے بہت بڑا واقعہ سمجھ کر سر پر خاک ڈال لی کہ یہ کیا غضب ہو گیا؟ اس وقت وہ کافر تھے بعد میں جب اسلام قبول کیا تو اپنی اس نادانی پر بہت افسوس کیا کرتے تھے کہ میری بہن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں اور میں نے اسے ایسا واقعہ سمجھا کہ اظہار رنج کے لئے سر پر خاک ڈال لی بلکہ نکاح کے بعد حضرت سودہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت کدہ پر تشریف لے آئیں اور حضرت خدیجہؓ کے بعد نبوت کے گھرانہ کی دیکھ بھال ان کے سپرد ہوئی۔ حضرت سودہؓ کے والد کا نام زمعہ اور والدہ کا نام شمس تھا۔ پہلے ان کا نکاح ان کے چچیرے بھائی حضرت سکران بن عمرؓ سے ہوا تھا۔ دونوں میاں بیوی سابقین اولین میں سے تھے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمان ہو گئے تھے اور مشرکین مکہ کی اذیتوں سے تنگ آکر جو مسلمان حبشہ کو ہجرت کر گئے تھے ان میں یہ دونوں میاں بیوی بھی تھے حبشہ سے واپس ہو کر مکہ مکرمہ میں حضرت سکرانؓ کی وفات ہو گئی اور حضرت سودہؓ بیوہ ہو گئیں۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا جو پہلے شوہر نے ایک لڑکا چھوڑا تھا جن کا نام عبد الرحمان تھا انہوں نے جوانی کی عمر پائی اور جنگ جلولاء (فارس) میں اللہ کی راہ میں لڑتے لڑتے شہادت کا جام پیا۔

ہجرت حضرت سودہؓ سے نکاح کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین سال تک مکہ معظمہ میں رہے پھر جب اللہ جل شانہ کی طرف سے ہجرت کی اجازت مل گئی تو

لہ البدایہ ۱۲ عہد ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت سکران نے حبشہ ہی میں وفات پائی۔ کنانی التہذیب

لہ البدایہ والاستیعاب ۱۲ ص ۳ زرقانی ۱۲

حضرت صدیق اکبرؓ کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور دونوں حضرات اپنے اہل و عیال کو مکہ ہی میں چھوڑ گئے جن میں حضرت سودہؓ بھی تھیں۔ مدینہ پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ اور ابورافعؓ کو دو اونٹ دے کر بھیجا تاکہ حضرت فاطمہ زہراؓ اور ام کلثومؓ اور حضرت سودہؓ کو لے آئیں۔ چنانچہ وہ ان کو لے آئے اور حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے حضرت عبداللہؓ اپنے کنبہ کو ان کے ساتھ لے گئے جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔

قد وقامت حضرت سودہؓ کا قدم مبارک لانا تھا۔ جسم بھاری تھا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ جسم بھاری ہونے کی وجہ سے ان کو اجازت دے دی تھی کہ مزدلفہ سے اور لوگوں سے قبل روانہ ہو جائیں تاکہ اژدہام سے تکلیف نہ ہو۔

عبادت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کے متعلق البدایہ

میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں :-

وكانت ذات عبادة وورع وزهادة عبادت اور تقویٰ اور زہد والی تھیں۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا تھا کہ میرے بعد گھر میں بیٹھنا۔ اس پر حضرت سودہؓ نے اس پر سختی سے عمل کیا کہ پھر کبھی حج کو بھی نہ گئیں۔ فرماتی تھیں کہ میں حج و عمرہ دونوں کر چکی ہوں اب خدا کے حکم کے مطابق گھر میں بیٹھوں گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں :-

ما من امرأة احدا حب الى ان مامن امرأة احدا حب الى ان
اكون في مسلاخها من سودة الا
ان فيها حدة تسرع منها البغته
ان میں صرف اتنی بات تھی کہ مزاج میں تیزی تھی
جو ظاہر ہو جاتی تھی اور جلدی چلی جاتی تھی بلکہ

ظرافت حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے مزاج میں ظرافت بھی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کبھی ہنسایا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ عرض کیا کہ کل رات میں نے آپ کے پیچھے نفل نماز پڑھی۔ باوجودیکہ میں ساتھ تھی آپ نے (اتنا لمبا) رکوع کیا جس سے مجھے نکسیر چھوٹ جانے کا خوف ہو گیا اور میں نے اس کے ڈر سے ناک پکڑ لی۔ یہ سُن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنس اُگئی۔

سخاوت اللہ جل شانہ نے حضرت سودہؓ کو صفت سخاوت سے بھی نوازا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ان کی خدمت میں ایک تھیلی بھیجی جس میں کافی رقم تھی۔ لانے والے سے پوچھا اس میں کیا ہے؟ عرض کیا درہم ہیں۔ فرمایا (درہم) جو کچھ تمہیں کی طرح تھیلی میں بھرے ہوئے ہیں؟ یہ فرما کر ان سب کو تقسیم فرما دیا۔

ازواجِ مطہرات میں حشر ہونے کی تمنا حضرت سودہؓ بوڑھی ہو گئی تھیں۔ ان کو خیال ہوا کہ کہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے طلاق نہ دے دیں لہذا عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے شوہر والی خواہش تو بہت نہیں آپ مجھے اپنے نکاح میں رکھیں اور میری باری کا دن عائشہؓ کو دے دیا کریں۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ کی بیویوں میں قیامت کے روز میرا حشر ہو۔ چنانچہ آپؐ نے منظور فرمالیا۔ لہذا یہ آیت نازل ہوئی۔

وَإِنْ أُمْرَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا
نُشُورًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ
عَلَيْهِمَا أَنْ يَصْلِحَا بَيْنَهُمَا
صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۖ (۴: ۱۲۸)

اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے غالب احتمال
نامناسب رویہ یا بے پروائی کا ہو سود و نوں کو
اس امر میں کوئی گناہ نہیں کہ دونوں باہم ایک
خاص طور پر صلح کر لیں اور صلح بہتر ہے۔

لہ اصابع ابن سعد ۱۲۔ ۱۳۔ ایضاً ۱۲۔ عہ یہ روایت ترمذی شریف کہ ہے (کافی الاصابہ)
کہ حضرت سودہؓ کو طلاق کا خطرہ ہو گیا تھا اور بعض روایات میں ہے کہ آپؐ نے ان کو طلاق دی
تھی اس پر انہوں نے یہ عرض کیا کہ میں آپؐ کی ازواج میں شمار ہو کر قیامت میں اٹھنا چاہتی ہوں
لہذا آپؐ نے رجوع فرمایا ۱۲۔ ۱۳۔ الاصابہ وغیرہ ۱۲۔

مجمع الزوائد میں یہ بھی ہے کہ حضرت سودہؓ نے عرض کیا کہ میں آپ کی بیویوں کے ساتھ اپنا حشر چاہتی ہوں تاکہ جو ثواب ان کو ملے مجھے بھی ملے۔

حضرت سودہؓ نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہؓ کو دے دیا تھا جس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں (جبکہ نو بیویاں بیک وقت آپ کے نکاح میں تھیں) آٹھ بیویوں کے پاس باری باری سے رات گزارا کرتے تھے لے یعنی حضرت عائشہؓ کو دورات باقی ازواج کو ایک ایک رات دیا کرتے تھے۔

نزولِ حجاب حضرت فاروق اعظمؓ اس بات کو بہت چاہتے تھے کہ عورتوں کے لئے پردہ کا حکم نازل ہو جائے خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہراتؓ کے پردہ کے بہت ہی خواہاں تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (وحی کے بغیر) اس حکم کو جاری نہ فرما رہے تھے اور آپ کی بیویاں (دیگر صحابیات کی طرح) رات کے وقت قضائے حاجت کے لئے جنگل جایا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ رات کو حضرت سودہؓ اسی مقصد کے لئے نکلیں راستہ میں حضرت عمرؓ مل گئے چونکہ حضرت سودہؓ کا قد لانا تھا لہذا حضرت عمرؓ نے ان کو پہچان لیا۔ اگرچہ وہ کپڑوں میں اچھی طرح لپیٹی تھیں۔ پھر بھی قد کی وجہ سے پہچان ہو گئی حضرت عمرؓ نے آواز دے دی اے سودہؓ! ہم تمہیں پہچان گئے اور مقصد اس کہنے کا یہ تھا کہ کسی طرح پردہ کا حکم نازل ہو جائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے پردہ کی آیت نازل فرمادی۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے جو انہوں نے کتاب الوضوء میں ذکر کی ہے۔ پھر کتاب التفسیر میں اس طرح نقل کیا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا کہ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد حضرت سودہؓ قضائے حاجت کے لئے نکلیں ان کا حکم بھاری اور قد خوب لانا تھا جس کی وجہ سے ضرور پہچان لی جاتی تھیں۔ جلتے ہوئے ان کو عمر بن الخطابؓ نے دیکھ لیا اور کہا اے سودہؓ! اللہ کی قسم (باوجود کپڑوں میں خوب لپیٹ جانے کے) تمہارا پردہ ہم سے اس طرح نہیں ہوتا ہے کہ ہم یہ بھی نہ پہچان سکیں کہ یہ کون ہیں اب تم غور کر لو کہ کیسے باہر نکلتی ہو۔ یسُن کہ حضرت سودہؓ واپس لوٹ آئیں اور آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں قضائے حاجت کے لئے نکلی تھی کہ راستہ میں عمر بنل گئے اور انہوں نے ایسا ایسا کہا اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں موجود تھے رات کا کھانا تناول فرما رہے تھے اور ہاتھ مبارک میں ہڈی تھی جس میں سے گوشت چھڑا کر کھانے میں مشغول تھے۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی اور آپؐ نے فرمایا کہ تم کو قضائے حاجت کے لئے نکلنے کی اجازت (اللہ کی طرف سے) دے دی گئی ہے۔ نزول وحی کے وقت وہ ہڈی آپ کے مبارک ہاتھ میں رہی۔

دونوں روایتوں کو ملا کر معلوم ہوتا ہے تو حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہؓ کو ٹوک کر پردہ کا حکم نازل کرایا اور اس کے بعد پھر زیادہ اہتمام کے لئے یہ بھی چاہتے تھے کہ قضائے حاجت کے لئے ازواجِ مطہرات جنگل کو نہ جائیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ضرورت کی وجہ سے قضائے حاجت کے واسطے جنگل جانے کی اجازت دے دی۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب گھروں میں پاخانے نہیں بنے تھے۔ اس کے بعد جب پاخانے گھروں میں بن گئے تو جنگل جانا موقوف ہو گیا اور پردہ کا حکم بھی سب عورتوں کے لئے نافذ کر دیا گیا۔

وفات صاحب الاستیعاب لکھتے ہیں کہ حضرت سوڈہؓ کی وفات حضرت عمر بن الخطابؓ کے زمانہ خلافت میں ہوئی اور یہی الاصابہ میں ابن ابی خثیمہ سے نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ:-

و یقال ماتت سنة اربع وخمسين ورجحه الواقدي (الاصابه)
یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ۳۵ھ میں وفات پائی اور واقدی نے اس قول کو ترجیح دی ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ نے بھی ابن جوزی کے قول پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی وفات ۳۵ھ ہی ذکر کی ہے اور آخر میں ابن خثیمہ کا قول بھی نقل کر دیا ہے کہ:-

توفیت فی آخر خلافة عمر بن الخطابؓ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔



حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

یہ حضرت عمر بن الخطابؓ کی صاحبزادی تھیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ دوم تھے ابتداءً اسلام ہی میں مسلمان ہوئیں۔ مدینہ منورہ میں سترہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملی۔ اس وقت ان کی عمر ۵ سال کی تھی لہٰذا ان کے پہلے شوہر حضرت خنیس بن حذافہؓ تھے جو غزوہ بدر اور غزوہ احد دونوں میں شریک ہوئے اور اُحد میں شہادت پائی۔ اپنے سابق شوہر حضرت خنیسؓ کے ساتھ ہی مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی تھی۔ ان کی شہادت ہو جانے کے بعد جب عدت ختم ہو گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہؓ سے نکاح کیا جو حضرت عائشہؓ کی رضعتی کے بعد ہوا۔ حضرت حفصہؓ کو رشتہ داری کے اعتبار سے یہ شرف حاصل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی اور حضرت عمر فاروقؓ کی بیٹی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حقیقی بہن ہیں جن کی روایات حدیث کی کتابوں میں بکثرت آئی ہیں۔ ان کی والدہ حضرت زینب بنت مطلقونؓ اور ماموں حضرت عثمان بن مظعونؓ تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حرم نبوت میں آنا حفصہؓ کے حقیقی بھائی حضرت عبداللہ بن عمرؓ یوں بیان فرماتے تھے کہ خنیس بن حذافہؓ کی وفات کے بعد جو مدینہ میں وفات پا گئے تھے۔ حفصہ بیوہ ہو گئیں تو والد صاحب ان کے نکاح کے لئے فکر مند ہوئے جسے وہ خود بیان فرماتے تھے کہ اس سلسلہ میں

لہٰذا فی الاصابہ ۱۲ لے حضرت خنیسؓ کی شہادت میں اختلاف ہے حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ غزوہ بدر میں شہادت پائی اور حافظ ابن حجرؒ اصابہ میں لکھتے ہیں کہ غزوہ احد میں شہید ہوئے چونکہ ان کی شہادت کی تعیین میں اختلاف ہے اس لئے اس میں بھی اختلاف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس سبب میں ان سے نکاح کیا چونکہ حافظ ابن حجرؒ ان کی شہادت احد میں بناتے ہیں اسی لئے اس قول کو ترجیح دیتے ہیں کہ سترہ میں حرم نبوت میں آئیں ۰۲ عہ الاصابہ ۱۲

عہ زعم میلان جہاد میں آیا اور اسی کے اثر سے مدینہ منورہ میں وفات پائی ۱۲

میں حضرت عثمان بن عفانؓ سے ملا اور ان سے کہا تم چاہو تو اپنی لڑکی حفصہؓ کا تم سے نکاح کر دوں (یہ وہ دن تھے کہ حضرت عثمانؓ کو شادی کی ضرورت تھی ان کی اہلیہ کی وفات ہو گئی تھی) انہوں نے جواب دیا کہ اس بارے میں غور کر کے بتاؤں گا۔ چنانچہ دو چار روز کے بعد جواب دے دیا کہ میری رائے یہ ہے کہ ابھی نکاح نہ کروں۔ اس کے بعد میں ابو بکرؓ سے ملا اور ان سے کہا اگر تم چاہو تو اپنی لڑکی حفصہؓ سے تمہارا نکاح کر دوں، انہوں نے کچھ جواب نہ دیا اور بالکل خاموش ہو گئے مجھے دونوں حضرات کے رویہ سے رنج ہوا اور جتنا رنج ابو بکرؓ کی خاموشی سے ہوا اس قدر عثمانؓ بن عفان کے جواب سے نہ ہوا تھا۔

اس کے چند دن گزر جانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نکاح کا پیغام بھیجا۔ لہذا میں نے حفصہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں دے دی۔ جب یہ واقعہ ہو چکا تو حضرت ابو بکرؓ مجھ سے ملے اور کہا شاید تم کو رنج ہوا ہو گا جبکہ تم نے حفصہؓ کے نکاح کے متعلق مجھ سے کہا اور میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے کہا جی ہاں رنج تو ضرور ہوا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ تمہاری پیش کش کے بارے میں جواب دینے سے مجھے صرف اس چیز نے روکا کہ مجھے تحقیقی طور پر معلوم ہوا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہؓ سے اپنا نکاح کرنے کے بارے میں تذکرہ فرمایا تھا۔ لہذا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھید ظاہر کرنا مناسب نہ سمجھا۔

ہاں اگر آپ حفصہؓ سے نکاح کرنے کا ارادہ ملتوی فرما دیتے تو میں اُن سے نکاح کر لیتا۔

مصاحبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سات برس کے لگ بھگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

نکاح میں رہیں۔ مزاج میں جبارت تھی اس لئے سوال کرنے سے اور بات کا جواب دینے سے نہیں ہچکچاتی تھیں۔ حضرت ام بشارؓ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا راایت فرماتی ہیں کہ میں حضرت حفصہؓ کے پاس بیٹھی تھی اسی اثناء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا لله تعالیٰ ان لوگوں میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہ جائے گا جنہوں نے مجھ سے (حدیمہ کے موقع پر) رخت کے نیچے بیعت کی یہ سن کر حضرت حفصہؓ نے تعجب سے کہا اچھا! (یہ آپ نے کیسے فرمایا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس کہنے پر ان کو جھڑک دیا۔ انہوں نے قرآن مجید کی

آیت پڑھ کر سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **وَإِنْ مِّنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا** یعنی تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کا اس پر سے گزرنہ ہو، جب اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں تو آپ نے کیسے فرمایا کہ درخت کے نیچے حدیبیہ کے موقع پر بیعت کرنے والے دوزخ میں نہ جائیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے آگے یہ بھی تو فرمایا ہے **ثُمَّ مَنَعَ جَحَى الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَدَرُوا الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثَارًا** پھر ہم پر ہیزگاروں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو اس میں اس حال میں پڑا رہنے دیں گے کہ غم کی وجہ سے گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے لہ

اس آیت میں پل صراط کا ذکر ہے جو دوزخ کی پشت پر قائم ہے۔ سب کو اس پر سے گذرنا ہو گا۔ پر ہیزگار اور نیک بندے اپنے اپنے اعمال کے اعتبار سے جلدی یا آہستہ پل صراط سے گزر کر جنت میں پہنچ جائیں گے اور کافر کٹ کٹ کر اس میں ہمیشہ کے لئے گر جائیں گے اور پار نہ ہو سکیں گے نیز وہ گنہگار مسلمان بھی اس میں گریں گے جن کو اللہ تعالیٰ بعد میں بخش کر جنت میں بھیج دیں گے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ذہن میں پوری بات نہ تھی اس لئے سوال کر بیٹھیں۔

ایک واقعہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ زینب بنت جحش کے پاس کہیں سے شہد آگیا تھا۔ (وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی تھیں) آپ ان کے پاس ذرا دیر تک ٹھہرا کرتے تھے اور شہد پیتے تھے۔ میں نے اور حفصہ نے آپس میں مشورہ سے یہ طے کر لیا کہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے میاں بیوی والی دل لگی کریں گے۔ ہم میں سے جس کے پاس تشریف لائیں گے ہر ایک یوں کہے کہ آپ نے معافی نہ کھائے ہیں۔ آپ کے مبارک منہ سے معافیر کی بو آرہی ہے۔ چنانچہ آپ ہم میں سے ایک کے پاس تشریف لائے تو مشورہ کے موافق وہی الفاظ کہہ دیئے۔ آپ نے جواب میں فرمایا معافیر تو میں نے نہیں کھائے۔ ہاں زینب کے پاس شہد پیا ہے۔ آئندہ ہرگز نہ پیوں گا (یہ آپ نے ان کو خوش کرنے کے لئے فرما دیا۔ لہذا اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

لہ الترغیب والترہیب للمذہبی ۱۲۔ ع معافیر ایک قسم کا گوندہ ہوتا ہے اور بعض نے درخت کا پھل بتایا ہے ۱۲۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ
لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتِ أَزْوَاجِكَ
وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ قَدْ
فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ
وَاللَّهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ

اے نبی! جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے
آپ اسے (قلم کھا کر) کیوں حرام کرتے ہیں۔ آپ
اپنی بیویوں کی رضا چاہتے ہیں اور اللہ غفور رحیم
ہے اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو تمہاری قسموں کا
کھولنا (یعنی کفارہ دینا مقرر فرمایا ہے) اللہ اللہ
تمہارا کارساز ہے اور وہ علیم و حکیم ہے۔

(۲۴۱: ۶۶)

واقعہ طلاق اور رجوع
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہؓ کو طلاق دے
دی تھی۔ پھر دوسرے روز حضرت جبریلؑ تشریف لائے اور

بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں کہ عمر بن ابی شقیقؓ فرماتے
ہوئے حفصہؓ کو اپنے نکاح ہی میں رکھیے۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت جبریلؑ
نے تشریف لا کر عرض کیا کہ آپ حفصہؓ کو اپنے نکاح میں ہی رکھ لیں کیونکہ وہ بہت
زیادہ روزہ رکھنے والی اور راتوں کو بہت زیادہ نماز پڑھنے والی ہیں اور جنت میں آپ
کی بیوی ہوں گی۔ چنانچہ آپؐ نے رجعت فرمائی یعنی ان کو اپنے نکاح میں رکھ لیا۔

ایک دل لگی کا واقعہ
حضرت حفصہؓ نے ایک مرتبہ عجیب ہوشیاری کی جسے حضرت
عائشہؓ یوں بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب

سفر کو جاتے تو دل داری کے لئے قرعہ ڈالا کرتے تھے کہ کس بیوی کو ساتھ لے جائیں۔ ایک مرتبہ
دو عورتوں کو لے جانا چاہا اور قرعہ ڈالا تو میرا اور حفصہؓ کا نام نکل آیا۔ لہذا ہم دونوں آپؐ
کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ راستہ میں رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے اونٹ
پر سوار ہو جاتے اور باتیں کرتے رہتے۔ ایک دن حفصہؓ نے مجھ سے کہا کہ آج تم میرے
اونٹ پر سوار ہو جاؤ اور میں تمہارے اونٹ کی رفتار دیکھوں۔ میں نے منظور کر لیا اور

لے از بخاری شریف ۱۲۔ عہ کذا فی الاصابہ من ابن سعد ۱۲۔ طلاق کی تین قسمیں ہیں جس میں ایک
قسم وہ ہے جسے رجعی طلاق کہتے ہیں اس کے بعد بغیر نکاح ہی واپس کر لینا درست ہے اس کو
رجعت کہتے ہیں تفصیل کے لئے فقہ کی کتابیں دیکھو ۱۲۔

دونوں ایک دوسرے کے اونٹ پر سوار ہو گئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار ہونے کا ارادہ کیا تو اسی اونٹ پر سوار ہو گئے جس پر روزانہ میں سوار ہوتی تھی اس وقت اس پر حصّہ موجود تھیں۔ آپ نے السلام علیکم فرمایا اور اسی اونٹ پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے حتیٰ کہ ایک منزل پر جا کر اترے (دھوکہ کھانے کی وجہ سے مجھے اپنے اونٹ پر تنہا چلنا پڑا) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت سے محروم رہی۔ میں منزل پر پہنچ کر اونٹ سے اتری اور ایڑیاں گھاس میں رگڑنے لگی اور اپنے آپ کو کوسنے لگی کہ اے رب مجھ پر کوئی بچھو یا سانپ مسلط کر جو مجھے ڈس لے۔ میری نادانی کہ ایسی بات مانی جس میں اپنا نقصان ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کچھ نہیں کہہ سکتی ہوں۔

عبادت حضرت حصّہ نماز اور روزہ سے بہت شغف رکھتی تھیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو (رجعی) طلاق دے دی تھی (جس کا ذکر گذشتہ صفحہ پر ہوا) تو جبریلؑ نے اُن کو عرض کیا کہ حصّہ کو اپنے نکاح میں پھر رکھ لیجئے کیونکہ وہ بہت زیادہ روزہ رکھنے والی اور راتوں کو نماز پڑھنے والی ہیں حضرت نافع کا بیان ہے:

ما ت حَفْصَةُ حَتَّى مَا
تَفْطُرَ بِهٖ

حضرت حصّہ نے ۵۴ھ میں وفات پائی۔ حافظ ابن کثیر ۵۴ھ کے واقع کے ذیل میں لکھتے ہیں:

وقد اجمع الجمهور انها توفيت
في شعبان من هذه السنة عن
ستين سنة وقيل انها توفيت
ايام عثمان والاول. اصح

الترمذيين ومحدثين اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت
حصّہؓ نے ۶۰ سال کی عمر میں ۵۴ھ میں وفات
پائی اور بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے
زمانہ خلافت میں ان کی رحلت ہوئی لیکن اوّل
قول زیادہ صحیح ہے۔

حضرت حصّہؓ کے جنازہ میں حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی شریک تھے۔



حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خزیمہ کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ یہ بڑی صدقات و خیرات والی تھیں۔ اسلام سے پہلے ہی ان کو ام المساکین (مسکینوں کی ماں) کہا جاتا تھا کیونکہ مسکینوں کی خیر خبر بہت رکھتی تھیں۔ ان کا پہلا نکاح حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا تھا جب وہ اُحد میں شہید ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا۔ ان کے پہلے شوہر کے بارے میں بعض علماء کے اور قول بھی ہیں۔

چنانچہ ابن الکلبی فرماتے تھے کہ ان کے پہلے شوہر طفیل بن حارث تھے جب انہوں نے طلاق دے دی تو ان کے بھائی عبیدہ بن الحارث نے نکاح کر لیا وہ بدر میں شہید ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرمایا جو رمضان ۳ھ میں ہوا۔ نکاح کے بعد آٹھ ماہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں رہ کر ربیع الثانی ۳ھ میں وفات پائی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ آپ کے نکاح میں صرف تین ماہ رہیں اس کے بعد وفات پائی۔

سیرت اور تاریخ کھنے والوں میں سب ہی کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت زینب بنت خزیمہؓ کی وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں ہوئی اور مدینہ منورہ میں سب سے پہلے آپ کی بیویوں میں سے ان ہی کی وفات ہوئی بلکہ



حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا

حضرت زینب بنت خزیمہ کی وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور اسی گھر میں ان کو ٹھہرایا جس میں حضرت زینب بنت خزیمہ رہا کرتی تھیں۔ اُمّ سلمہ ان کی کنیت ہے۔ نام ہند تھا۔ ان کے باپ ابو امیہ تھے۔ جن کی سخاوت کا عام شہرہ تھا۔ سفر میں اپنے ساتھیوں پر بہت خرچ کرتے تھے۔ اسی لئے ان کا لقب زاد الراکب (مسافروں کے سفر کا سامان) پڑ گیا تھا۔ والدہ کا نام عائکہ تھا جو قبیلہ بنی فراس سے تھیں لہ

قبول اسلام اور نکاح اول حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی ان مبارک ہستیوں میں ہیں جنہوں نے اسلام کے ابتدائی دور میں ہی اسلام قبول کیا۔ ان کا پہلا نکاح چچا زاد بھائی عبداللہ بن عبداللہ سے ہوا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے اور چھوٹی زادے بھی۔ وہ اسلام قبول کرنے میں سالفین اولین میں سے تھے۔ ان کے متعلق لکھا ہے کہ دس شخصوں کے بعد مسلمان ہوئے یعنی وہ گیارہویں مسلمان تھے۔ پہلے انہوں نے اپنی بیوی (حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حبشہ کو، ہجرت کی وہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام سلمہ رکھا۔ اسی کے نام سے باپ کی کنیت ابو سلمہ اور ماں کی کنیت ام سلمہ مشہور ہو گئی۔ پھر حبشہ سے واپس آئے اور اس کے بعد دونوں نے مدینہ منورہ کو ہجرت کی۔ لیکن یہ ہجرت ایک ساتھ نہیں ہوئی۔ دونوں آگے پیچھے مدینہ منورہ پہنچے جس کا واقعہ بڑا دردناک ہے۔

ہجرت حضرت ام سلمہ کی ہجرت کے واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتوں نے کسی کسی مصیبتیں دین کے لئے برداشت کی ہیں اور کسی تکلیف سہی ہیں۔ اس واقعہ کو وہ خود اس طرح ذکر فرماتی

تھیں کہ جب ابوسلمہؓ نے مدینہ منورہ کو ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو اونٹ پر کجاہہ کس کر مجھے اور سلمہؓ کو اونٹ پر بٹھادیا اور اس کی نکیل پکڑ کر آگے آگے چلتے رہے جب قبیلہ بنو مغیرہ کو ہمارے روانہ ہو جانے کی خبر ہو گئی جو میرے میکے والے تھے تو انہوں نے ابوسلمہؓ سے کہا کہ تم اپنی ذات کے بارے میں خود مختار ہو مگر ہم اپنی لڑکی کو تمہارے ساتھ نہیں جانے دیں گے جسے تم شہر در شہر لئے پھرو۔ یہ کہہ کر اونٹ کی نکیل ان کے ہاتھ سے چھین لی اور مجھے زبردستی اپنے ساتھ لے آئے۔ جب اس واقعہ کی خبر ابوسلمہؓ کے خاندان بنو عبد اللہ کو لگی جو میرے سسرال والے تھے تو میرے میکے والوں سے جھگڑنے لگے اور کہا تم اپنی لڑکی کے مختار ہو ہمارے بچہ سلمہ رضی اللہ عنہ کو ہمارے حوالہ کر دو جب تم نے اپنی لڑکی کو اس کے خاوند کے ساتھ نہ جانے دیا تو ہم اپنے بچہ کو تمہارے پاس کیوں چھوڑیں یہ کہہ کر وہ سلمہؓ کو چھین کر لے گئے۔ اب میں اور میرا شوہر اور بچہ تینوں علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو مدینہ پہنچ گئے اور قبائلیں جا کر قیام کر لیا۔ اور میں اپنے میکے میں رہ گئی اور بچہ دادھیال میں پہنچ گیا۔ مجھے اس کا اس قدر صدمہ ہوا کہ روزانہ آبادی سے باہر جاتی اور شام تک رویا کرتی اسی طرح ایک سال گذر گیا۔ نہ خاوند کے پاس جاسکی نہ بچہ مل سکا۔ ایک روز میرے ایک چچا زاد بھائی نے مجھ پر ترس کھا کر خاندان والوں سے کہا کہ تم اس بے کس پر کیوں رحم نہیں کرتے۔ اسے کیوں نہیں چھوڑ دیتے اور اس کو بچہ اور خاوند سے کیوں جدا کر رکھا ہے؟ غرض کہ اس نے کہ سن کر مجھے خاندان والوں سے اجازت دلادی کہ تو اپنے خاوند کے پاس جاسکتی ہے جب اس کی خبر بچہ کی دادھیال والوں کو لگی تو انہوں نے بچہ بھی مجھے دے دیا۔

اب میں نے تنہا ہی سفر کا ارادہ کیا اور ایک اونٹ تیار کر کے بچہ ساتھ لیا اور تنہا سوار ہو کر مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہو گئی۔ تین چار میل چلی تھی کہ مقام تنعیم میں عثمان بن طلحہ سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے پوچھا تنہا کہاں جاتی ہو؟ میں نے کہا اپنے شوہر کے پاس مدینہ جا رہی ہوں۔ دوبارہ سوال کیا۔ کوئی ساتھ بھی ہے؟ میں نے کہا

اللہ تعالیٰ ہے اور یہ بچہ ہے۔ یہ کہہ کر عثمان بن طلحہ نے میرے اونٹ کی نکیل پکڑ لی۔ اور آگے آگے چل دیئے۔ خدا کی قسم میں نے عثمان سے زیادہ شریف آدمی عرب والوں میں سے کوئی نہیں دیکھا۔ جب منزل پر اترنا ہوتا تو وہ اونٹ بٹھا کر کسی درخت کی آڑ میں کھڑے ہو جاتے اور پھر اونٹ کو باندھ کر مجھ سے دُور کسی درخت کے نیچے لیٹ جاتے اور جب کوچ کرنے کا وقت آتا تو اونٹ پر کجاوہ کس کر میرے پاس لا کر بٹھا دیتے اور خود وہاں سے ہٹ جاتے۔ جب میں سوار ہو جاتی تو اس کی نکیل پکڑ کر آگے آگے چل دیتے۔ اسی طرح وہ مجھے مدینہ منورہ تک لے گئے۔ جب ان کی نظر بنی عمرو بن عوف کی آبادی پر پڑی جو قبائیں تھتی تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ تمہارا شوہر یہیں ہے لہٰذا اس کے بعد وہ سلام کر کے واپس ہو گئے۔

مدینہ منورہ میں سکونت | مدینہ پہنچ کر اپنے شوہر کے پاس رہنے لگیں اور وہاں ایک لڑکا اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ لڑکے کا نام عمر اور ایک لڑکی کا نام درہ اور دوسری کا نام زینب رکھا لے

حضرت ابوسلمہؓ کی وفات | حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہٴ احد اور غزوہٴ بدر میں شریک ہوئے۔ غزوہٴ احد میں ان کے ایک زخم آیا جو کچھ اچھا ہو گیا تھا۔ ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دستہ کا امیر بنا کر بھیج دیا تھا۔ واپس آئے تو وہ زخم ہلکا ہو گیا اور اسی کے اثر سے جمادی الثانی ۳ھ میں وفات پائی لے

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے ایک لڑکی تولد ہوئی جس کا نام زینب رکھا گیا اور اس کی ولادت پر عدت بھی ختم ہو گئی لے

ع عثمان بن طلحہ جنہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ تک پہنچایا تھا اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے بعد میں اسلام لے آئے۔ کذا فی الاصابہ۔ لے البدایہ الاصابہ؛ اسد الغایہ ۱۲

عدت گزر جانے کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کرنے کا پیغام بھیجا تو انہوں نے عذر کر دیا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا بلکہ

حرم نبوت میں آنا حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے پہلے شوہر سے بہت محبت تھی۔ ایک مرتبہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے

ان سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ اگر مرد اور عورت دونوں جنتی ہوں اور عورت مرد کے بعد کسی سے نکاح نہ کرے تو وہ عورت جنت میں اسی مرد کو ملے گی۔ اسی طرح مرد اگر دوسری عورت سے نکاح نہ کرے تو وہی عورت اسے ملے گی۔ اس لئے آؤ ہم تم دونوں عہد کر لیں کہ ہم میں سے جو پہلے اس دنیا سے چلا جائے دوسرا نکاح نہ کرے۔

یہ سن کر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تم میرا کہا مان لو گی؟

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ماننے کے لئے مشورہ ہی کر رہی ہوں۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تم میرے بعد نکاح کر لینا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ! میرے بعد ام سلمہؓ کو مجھ سے بہتر خاوند عطا فرما جو نہ اسے رنج پہنچائے نہ تکلیف دے بلکہ خدا کا کرنا ایسا ہو کہ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی نصیحت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حق میں بہت ہی زیادہ مفید ہوئی اور ان کی دعا اللہ جل شانہ نے قبول فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت حضرت ام سلمہؓ کو نصیب فرمائی۔

حضرت ام سلمہؓ خود روایت فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ اللہ کے فرمان کے مطابق یہ پڑھے:

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور ہمیں اللہ ہی کی

اللَّهُمَّ أَجِرْنِي فِي مُصِيبَتِي طرف لوٹ کر جانا ہے اے اللہ! میری مصیبت

وَ أَخْلِفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا میں مجھے ثواب دے اور اس سے بہتر اس کا بدل عطا فرما

لے ذکرہ الحافظ فی الاصابہ ۱۲۔ ۱۳ الاصابہ فی ذکر ہد بنت امیہ دہی امر سلمۃ و سلمہ یدکر
ہذہ الروایۃ فی النکحی ۱۲۳

تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو اس کی (گئی ہوئی چیز) سے بہتر عنایت فرمائیں گے جب ابوسلمہؓ کی وفات ہوگئی تو (مجھے یہ حدیث یاد آئی اور) دل میں کہا (کہ اس دُعا کو کیا پڑھوں) ابوسلمہؓ سے بہتر کون ہوگا وہ سب سے پہلا شخص تھا جس نے اپنے گھر سے ہجرت کی۔ پھر بالآخر میں نے یہ دُعا پڑھ لی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ جل شانہ نے ابوسلمہؓ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے کا شرف عنایت فرمادیا لہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ بھی روایت فرماتی تھیں کہ جب (پہلے شوہر) حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوگئی تو مجھے بہت ہی زیادہ رنج ہوا۔ میں نے اپنے جی میں کہا کہ ابوسلمہؓ پر دس میں تھے جہاں ان کے خاندان کے لوگ نہیں ہیں ان کی موت پر ایسا رونا رودن آگئی جس کی شہرت ہو جائے گی۔ میں رونے کے لئے تیار ہو گئی تھی کہ اچانک ایک عورت اور آگئی جو رونے میں میرا ساتھ دینا چاہتی تھی۔ راستہ میں اس عورت کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مل گئے اور آپ کو اس کے ارادہ کی خبر ہوگئی۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ تیرا یہ ارادہ ہے کہ اس گھر میں دوبارہ شیطان کو داخل کر دے جس سے اللہ نے اسے نکالا ہے۔ جب یہ بات مجھے معلوم ہوئی تو میں نے رونے کا ارادہ موقوف کر دیا اور نہ ہوئی لہ۔

جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ کو نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے عذر کر دیا اور عرض کیا میرے بچے بھی ہیں جن کی پرورش کا خیال کرنا ہے) اور مجھ سے نکاح کرنے سے کچھ فائدہ بھی نہیں ہے کیونکہ عمر زیادہ ہوگئی ہے۔ مجھ سے اب اولاد بھی پیدا نہ ہوگی اور مزاج میں غیرت بھی بہت ہے (جس کی وجہ سے دوسری سوکنوں کے ساتھ رہنا مشکل ہے) اور میرا یہاں کوئی دل بھی نہیں ہے اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر کی بات تو یہ ہے کہ میری عمر تم سے زیادہ ہے اور بچوں کا اللہ حافظ ہے ان کی پرورش میں تمہیں کوئی دشواری نہ ہوگی۔ میں بھی ان کا خیال کروں گا اور اللہ سے دعا کروں گا۔ تمہاری غیرت والی بات بھی جاتی رہے گی اور تمہارا کوئی

ولی میرے ساتھ رشتہ ہو جانے کو ناپسند نہیں کرے گا۔ چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا راضی ہو گئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہو گیا۔ یہ نکاح شوال میں ہوا نکاح ہو جانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اسی حجرہ میں لے آئے جس میں حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رہا کرتی تھیں۔ انہوں نے وہاں دیکھا کہ ایک مشکے میں جو رکھے ہیں اور ایک چکی اور ہانڈی بھی موجود ہے۔ لہٰذا خود جو پیسے اور چکنائی ڈال کر مالیدہ بنایا اور پہلے ہی دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مالیدہ کھلایا جسے خود ہی بنایا تھا لے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ام سلمہؓ سے نکاح کیا تو مجھے بہت رنج ہوا (کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کی توجہ ان کی طرف مجھ سے زیادہ ہو جائے) جس کی وجہ یہ تھی کہ خوبصورتی میں ان کی شہرت تھی۔ میں نے ترکیب سے ان کو دیکھا تو واقعہً جتنی شہرت تھی اس سے بھی بہت زیادہ حسین معلوم ہوئی میں نے اس کا حفصہؓ سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا نہیں اتنی حسین نہیں ہیں جتنی شہرت ہے۔ ان کے کہنے سے میری آنکھوں سے بھی ان کا حُسن گر گیا اور پھر جو دیکھا تو حفصہؓ کی بات ہی ٹھیک معلوم ہوئی لے (یعنی حسین تو بہر حال تھیں ہمارے نہ ماننے سے تو ان کے حسن میں کمی نہ آئی البتہ سوکنوں والی پر خاش نے ان کے حسن کو حفصہؓ کے کہنے سے آنکھوں سے گرا دیا)۔ ایسی باتیں بشریت کے تقاضوں سے دل میں آجایا کرتی ہیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی دانشمند اور سمجھدار تھیں۔ الاصابہ دانشمندی میں لکھا ہے:

وكانت ام سلمة موصوفة بالجمال
البارع والعقل البالغ
والوأي الصائب .
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ
حسین تھیں۔ عقلمندی اور صیغہ رائے رکھنے
والوں میں ان کا شمار تھا۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بڑی الجھن پیش آئی تھی جسے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سلجائی۔ واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رستہ میں اپنے صحابہ کے ساتھ عمرہ کرنے کے لئے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہوئے۔ مشرکین مکہ کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے مزاحمت کی اور آپ کو مقام حدیبیہ میں رُکنا پڑا۔ جاں نثار صحابہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جان قربان کرنے کو تیار رہتے تھے۔ اس لئے اس موقع پر بھی جنگ کے لئے آمادہ ہو گئے مگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لڑائی کی بجائے صلح کرنا پسند کیا اور باوجودیکہ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم لڑائی کے لئے مستعد تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر رعایت کے ساتھ صلح کرنا منظور فرمایا کہ مشرکین مکہ کی ہر شرط قبول فرمائی (جس میں بظاہر مشرکین کا نفع اور مسلمانوں کا صریح نقصان معلوم ہوتا تھا) جب صلح نامہ مرتب ہو گیا تو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ (اب عمرہ کے لئے مکہ معظمہ توجانا نہیں ہے۔ اب تو واپسی ہی ہے کیونکہ صلح کی شرائط میں یہ بھی منظور کر لیا تھا کہ آپ عمرہ اس سال نہیں کریں گے آئندہ سال عمرہ کے لئے تشریف لائیں گے لہذا) اٹھو (اپنا اپنا احرام کھول دو) قربانی کے جانور ذبح کر دو۔ پھر سر منڈا لو (چونکہ احرام کھولنے کو طبیعتیں گوارا نہیں کر رہی تھیں اور مدینہ سے عمرہ کے لئے آئے تھے اس لئے عمرہ ہی کو جی چاہ رہا تھا اور احرام کھولنے سے اپنے سفر کا ضائع ہونا نظر آتا تھا لہذا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر کوئی بھی نہ اٹھا حتیٰ کہ آپؐ نے تین مرتبہ حکم دیا جب کسی نے بھی آپؐ کے ارشاد پر عمل نہ کیا تو آپؐ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا کہ لوگ کہا نہیں مان رہے ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ اے اللہ کے نبی! کیا آپؐ یہ چاہتے ہیں کہ سب احرام کھول دیں؟ (اگر واقعہً آپؐ کی ایسی خواہش ہے تو) اس کی ترکیب یہ ہے کہ آپؐ باہر نکل کر ذرا کسی سے نہ بولیں اور اپنے جانور کو ذبح فرما دیں اور بال مونڈنے والے کو بلا کر اپنے بال منڈالیں۔ چنانچہ آپؐ نے ایسا ہی کیا اور باہر نکل کر اپنا جانور ذبح کر دیا اور بال منڈالئے۔ جب صحابہؓ نے یہ ماجرا دیکھا تو سب احرام کھولنے پر راضی ہو گئے اور اپنے اپنے جانور ذبح کر ڈالے اور آپس میں دوسرے

کا سر مونڈنے لگے لے (اور سب نے احرام کھول دیا)۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی اس رائے کے متعلق جس سے مشکل حل ہوئی، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ الاصابہ میں لکھے ہیں،

و اشارتھا علی النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم یوم الحدیبۃ
تدل علی دخول عقلھا و صواب
رأیھا۔

حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے رائے
دینے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بڑی عقلمند اور
ٹھیک رائے رکھنے والی تھیں۔

درحقیقت یہ بڑی سمجھ کی بات ہے کہ انسان موقع کو پہچانے اور یہ سمجھ لے کہ اس
وقت لوگ اپنے مقتدی کے قول پر توجہ نہیں دے رہے ہیں لیکن اس کا عمل سامنے
آئے گا تو اس کی اقتدا کر لیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مصاحبت سے
خوب فائدہ اٹھایا اور علوم حاصل کئے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے نکاح میں آگئیں

تو آپ کی مصاحبت کو بہت غنیمت جانا اور برابر آپ کے ارشادات محفوظ کرتی رہیں اور آپ
سے سوال کر کے اپنا علم بڑھاتی رہیں۔ پھر اس علم کو انہوں نے پھیلایا۔ حدیث میں ان کے
شاگرد صحابہؓ بھی تھے اور تابعین بھی۔ حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہما کو بھی ان کے شاگردوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ حدیث شریف کی کتابوں میں جو
حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایات ملتی ہیں ان کی تعداد ۸، ۳۷ ہے محمود بن لبید

لے از بخاری وغیرہ۔ عہ جب حج یا عمرہ کو جاتے ہیں تو ایک مقرر جگہ پر غسل کر کے ایک چادر تہمند کی
طرح باندھ لیتے ہیں اور ایک اوڑھ لیتے ہیں اور تبلیہ پڑھ لیتے ہیں حج ختم کرنے تک اسی طرح
رہتے ہیں اس کو احرام کہا جاتا ہے۔ یہ مردوں کے احرام کا طریقہ ہے اور جب حج یا عمرہ سے
فارغ ہو جاتے ہیں تو احرام کھولتے ہیں جس کی صورت یہ ہے کہ سر منڈاتے یا بال کٹواتے ہیں۔
اس روایت میں اس کو ذکر کیا گیا ہے ۱۲۔ لے الاصابہ ۱۲۔

فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب ہی ازواجِ مطہرات آپ کے ارشادِ اٰلہ کو یاد کرتی تھیں لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہؓ کی ہم پلہ اس میں اور کوئی بیوی نہ تھی بلکہ

مروان بن الحکم حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مسائل دریافت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اور کسی سے کیوں پوچھیں جبکہ ہمارے اندر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیویاں موجود ہیں بلکہ اگر حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فتاویٰ جمع کئے جائیں تو خاصی تعداد میں جمع ہو سکتے ہیں اور ان کے مجموعہ کا ایک رسالہ بن سکتا ہے بلکہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادِ سننے کا بہت شوق تھا۔ ایک مرتبہ بال گوندھ رہی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے لئے (مسجد نبوی میں) کھڑے ہوئے زبان مبارک سے نکلا تھا کہ اٰیہا النّاسُ (اے لوگو!) تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سُن لیا (کیونکہ ازواجِ مطہرات کے حجرے مسجد نبوی سے ملے ہوئے تھے) آواز سنتے ہی بال باندھ کر کھڑی ہو گئیں اور پورا خطبہ سنا لے۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! میں اپنے سر کی مینڈھیاں بہت سختی سے باندھتی ہوں تو کیا غسلِ جنابت کے لئے ان کو کھولا کروں؟ فرمایا نہیں! پس اتنا کافی ہے کہ تم اپنے سر پر تین بار لپ بھر کر پانی ڈال لیا کرو (جس سے بالوں کی جڑیں تر ہو جائیں) اس کے بعد سارے بدن پر پانی بہا لیا کرو۔ ایسا کرنے سے پاک ہو جاؤ گی ہے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکھلایا کہ مغرب کی اذان کے وقت یہ پڑھا کرو۔

لہ ابن سعد ۱۲، مسند امام احمد ابن حنبل ۱۲، اعلام الموقعین ۱۲، مسند امام احمد۔

عہ مسئلہ: عورت کے لئے غسل میں سر کے بالوں کی جڑوں کو تر کرنا فرض ہے۔ سر کے سارے بالوں کا بھگونا فرض نہیں بشرطیکہ مینڈھیاں بندھی ہوں ۱۲۔ ۱۵، مسلم شریف۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا اِقْبَالُ لَيْلِكَ اے اللہ ایہ تیری رات کے آنے اور دن کے
وَ اِدْبَادُ نَهَارِكَ وَاَصْوَاتُ جانے اور تیرے بلانے کی آوازوں کا وقت
دُعَاؤِكَ فَاغْفِرْ لِيْ . ہے سو مجھے بخش دے .

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دولتِ کدہ میں تشریف رکھتے تھے اور آپ کے پاس حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھیں کہ اچانک حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگئے وہ چونکہ نابینا تھے اس لئے یہ سمجھ کر کہ ان سے کیا پردہ کرنا ہے دونوں بیبیاں بیٹھی رہیں اور پردہ نہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان سے پردہ کرو۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ ہم کو تو نہیں دیکھ سکتے! پھر پردہ کی کیا ضرورت ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟ کیا تم ان کو نہیں دیکھ رہی ہو؟

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک پناہ لینے والا بیت اللہ میں اگر پناہ لے گا۔ اس سے لڑنے کے لئے ایک شکر چلے گا اور وہ شکر ایک میدان میں پہنچ کر زمین میں دھنس جائے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جو لوگ اس لشکر میں شریک نہ ہوں گے اور اس لشکر کی چڑھائی کو بُرا سمجھ رہے ہوں گے کیا وہ بھی (اس میدان میں ہونے کی وجہ سے ان کے ساتھ دھنسا دیئے جائیں گے؟) آپ نے فرمایا اس لشکر کے ساتھ وہ بھی دھنسائے جائیں گے لیکن قیامت کے روز ہر ایک کا اپنی اپنی نیت پر حشر ہوگا۔

ایک مرتبہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! کیا مجھے (اپنے شوہر، ابو سلمہ کی اولاد پر خرچ کرنے سے اجر ملے گا حالانکہ وہ میری ہی اولاد ہیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ ان پر خرچ کرو تم کو اس خرچ کرنے کا اجر ملے گا۔

ایک مرتبہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہر جہاد کرتے

۱۲۔ مشکوٰۃ شریف ۱۲۔ ۲۔ مشکوٰۃ عن احمد والترمذی ۱۲۔

۳۔ مشکوٰۃ شریف عن الصحیحین ۱۲۔ ۴۔ بخاری شریف ۱۲۔

ہیں اور عورتیں جہاد نہیں کرتی ہیں اور عورتوں کو مرد کے مقابلہ میں آدھی میراث ملتی ہے (اس کا سبب کیا ہے) اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَلَا تَمْتَنُوا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ

ترجمہ: اور ہوس مت کرو جس چیز میں بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک پر۔ لہ

ایک مرتبہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ قرآن میں عورتوں کا ذکر کیوں نہیں ہے اس پر اللہ جل شانہ نے آیت اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ (آخر تک) نازل فرمائی لہ

حضرت ابو بکر بن عبد الرحمن روایت فرماتے تھے کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زبانی ایک وعظ کے موقع پر سنا کہ جس پر جنابت کا غسل فرض ہوا اور صبح ہو جانے تک غسل نہ کیا تو اب روزہ نہ رکھے (کیونکہ اس کا روزہ نہ ہوگا) میں نے اپنے والد صاحب سے اس کا تذکرہ کیا تو انہوں نے فرمایا یہ تو عجیب مسئلہ بتایا۔ اس کے بعد میں اور والد صاحب حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس پہنچے اور ان سے تحقیق کی تو دونوں نے جواب دیا (یہ مسئلہ غلط ہے کیوں کہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جنابت کی حالت میں صبح ہو جاتی تھی اور آپؐ روزہ رکھ لیتے تھے اور یہ جنابت احتلام کی وجہ سے نہیں بلکہ مباشرت کی وجہ سے ہوتی تھی۔

یہ جواب سن کر ہم دونوں باپ بیٹے مروان بن الحکم کے پاس پہنچے اس وقت وہ مدینہ منورہ کے گورنر تھے۔ ان سے والد صاحب نے اس کا تذکرہ کر دیا تو انہوں نے فرمایا میں تم کو قسم دلاتا ہوں کہ ضرور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان کے قول کی تردید کرو۔ لہذا ہم حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس آئے اور ان سے والد صاحب نے حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ کا جواب نقل کر دیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ ان دونوں نے یہ مسئلہ اس طرح بتایا ہے ؟ والد صاحب نے فرمایا جی ہاں انہوں نے یہی جواب دیا ہے! یہ سن کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہی زیادہ جانتی ہیں مجھے

توفضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بتایا تھا اور میں نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا ہے۔ یہ فرما کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے فتوے سے رجوع فرمالیا۔

ایک مرتبہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز پر قرأت کر کے بتائی کہ آپ ایک ایک آیت پر ٹھہرتے تھے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر ٹھہرتے پھر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ پڑھ کر ٹھہرتے الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر ٹھہرتے۔ پھر مَلَاکِ یَوْمَ الدِّیْنِ پڑھ کر توقف فرماتے (غرض کہ آپ اسی طرح علیحدہ علیحدہ آیات کر کے پڑھتے تھے)۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی تھیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حکم فرماتے تھے کہ ہر بیسینے میں تین روزے رکھ لیا کرو جن میں پہلا پیر یا جمعرات ہو۔ (ابوداؤد و نسائی)

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لنگی اور تہم کا لٹکانا جس میں تفاخر اور تکبر ہو منع ہے۔ آدھی پنڈلی تک ہونا چاہیے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا یا رسول اللہ عورت کا کیا حکم ہے فرمایا وہ آدھی پنڈلی سے ایک بالشت نیچا کر لیوے۔ عرض کیا کہ اس سے تو کام نہیں چلے گا کیونکہ کپڑا اوپر ہی رہ جائے گا اور جگہ دکھائی دیتی رہے گی۔ فرمایا اچھا آدھی پنڈلی سے ایک ہاتھ نیچا کر لیں۔ اس سے زیادہ نہیں۔

ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حدیث سنائی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض لوگ جو مسلمان سمجھے جاتے ہیں (اور دل سے مسلمان نہیں ہیں) ایسے لوگوں کو اپنی وفات کے بعد میں نہ دیکھوں گا نہ وہ مجھے دیکھ سکیں گے۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے اور ان سے یہ حدیث نقل کی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور پوچھا کہ خدا کی قسم سچ کچھ نہیں اُن میں تو نہیں ہوں (جن کا ذکر اس حدیث میں ہے)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا نہیں۔ (تم ان میں سے نہیں ہو) لیکن تمہارے علاوہ اور کسی کو واضح کر کے یہ بات نہ بتاؤں گی بلکہ (کیونکہ ایسی باتیں ظاہر کرنا مصلحت کے خلاف ہے)۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بچوں کی پرورش حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ

رضی اللہ عنہا کے بچوں کی بغل نغیس پرورش فرمائی اور ان کی تعلیم و تربیت کا خاص لحاظ رکھا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں بچہ تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں پرورش پاتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ کے ساتھ کھانے کو جو بیٹھا تو پیالہ میں ہر طرف ہاتھ ڈالنے لگا آپ نے مجھ سے فرمایا کہ یسبح اللہ پڑھ کر کھا اور داپنے ہاتھ سے کھا اور اپنی طرف سے کھا بلکہ ایک مرتبہ چند مساکین آگئے اور بہت صدقہ کے سوال کرنے لگے۔ ان میں چند عورتیں بھی تھیں اس وقت حضرت ام

سلمہ کے پاس گھر میں ایک اور خاتون موجود تھیں جن کو ام الحسین کہا جاتا تھا، انہوں نے ان مسکینوں سے کہا کہ چلو نکلو۔ پس حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ہمیں اس کا حکم نہیں دیا گیا (کہ سوال کرنے والوں کو جھڑکیں اور بغیر کچھ دیئے واپس کر دیں) پھر ایک لڑکی سے فرمایا ان سب کو کچھ نہ کچھ دے دے۔ اگرچہ ایک ایک کھجور ہی ہو (الاستیعاب)

امر بالمعروف حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بھی پابند تھیں۔ ایک روز ان کے بھتیجے نے دو رکعت نماز پڑھی۔

چونکہ سجدہ کی جگہ غبار تھا اس لئے وہ صاحبزادے سجدہ کرتے وقت مٹی جھاڑ دیتے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کو روکا اور فرمایا کہ یہ فعل آنحضرت

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقہ کے خلاف ہے۔
 ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایک غلام (افلح) نے
 ایسا کیا تھا تو آپؐ نے فرمایا تھا کہ اے افلح! اپنا چہرہ مٹی میں ملا لے
 نماز کے اوقات بعض امراء نے تبدیل کر دیئے تھے یعنی مستحب اوقات چھوڑ
 دیئے تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم ظہر جلدی پڑھا کرتے تھے اور تم عصر جلدی پڑھتے ہو لے

وفات

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ۹ھ میں وفات پائی۔ اور حضرت
 ابوہریرہؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس وقت ان کی عمر شریف ۸۴ سال کی تھی۔ یہ واقعہ
 کا قول ہے لیکن دیگر حضرات نے ان کی وفات ۱۱ھ یا ۱۲ھ میں بتائی ہے۔ ازدواج میں
 سب سے آخر میں ان ہی کی وفات ہوئی رضی اللہ عنہا وارضیٰ لہ



حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوا۔ ان کی والدہ کا نام امیمہ تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بھوپتی تھیں حضرت زینبؓ کا پہلا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوا تھا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ جب انہوں نے طلاق دے دی تو اللہ رب العزت نے حضرت زینب کا نکاح سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کر دیا۔

پہلا نکاح جیسا کہ ابھی ذکر ہوا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ کا پہلا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا تھا۔ حضرت زید کے والد کا نام حارثہ اور والدہ کا نام سعدی تھا۔ ان کی والدہ اپنے بچہ (زید بن حارثہ) کو لے کر میکہ جا رہی تھیں کہ لیٹروں نے حضرت زید کو چھین کر مکہ کے بازار میں لاکر بیچ دیا۔ خریدنے والے حکیم بن حزام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے۔ انہوں نے چار سو درہم میں خرید کر اپنی بھوپتی (حضرت خدیجہؓ) کو دے دیا اور جب حضرت خدیجہؓ کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تو انہوں نے حضرت زید کو ہبتہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپؐ نے ان کو آزاد فرما کر اپنا بیٹا بنالیا اور وہ زید بن محمدؐ کے نام سے مشہور ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت ان کو ایسی بھلی لگی کہ ان کے والد اور چچا خبر پا کر مکہ معظمہ ان کو لینے آئے تو باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو اختیار دے دیا تھا کہ تم چاہو تو چلے جاؤ لیکن وہ نہ گئے اور والد اور چچا اور سارے کنبہ کے مقابلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ترجیح دی۔ جب حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالغ ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا نکاح اپنی باندی برکہ نامی سے کر دیا جن کی کنیت ام ایمن تھی۔ انہوں نے بچپن میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کی پرورش کی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد یا والدہ کی ملکیت تھیں۔ ان کی وفات کے بعد ورثہ میں آپ کی ملک میں آئیں۔ انہوں نے بھی اسلام کے ابتدائی دور میں اسلام قبول کیا تھا۔ مدینہ کو ہجرت بھی کی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بڑی قدر کیا کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ میری والدہ کے بعد ام ایمن میری والدہ ہیں کبھی فرماتے تھے کہ ام ایمن میرے خاندان کا بقیہ ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے اسامہ رضی اللہ عنہ کا والدہ حضرت ام ایمن ہی تھیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لے

حضرت ام ایمن حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں تھیں اور آپ نے ان کا دوسرا نکاح حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کرنا چاہا اور پیغام بھیج دیا جب پیغام پہنچا تو حضرت زینب اور ان کے بھائی عبدالرحمن بن جحش نے اس کو مکروہ سمجھا کہ ایک قریشیہ کا نکاح آزاد کردہ غلام سے ہو (گو اسلام میں نکاح کے لئے نسب کی برابری دیکھنے کی بھی رعایت کی گئی ہے مگر اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ غیر کفو میں نکاح جائز ہی نہ ہو) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا پیغام جو زید کے لئے تھا چونکہ حضرت زینب اور ان کے بھائی نے مکروہ جانا اس لئے اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا
مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ
أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ
مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ
اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ
ضَلَالًا مُبِينًا (۲۳: ۳۶)

اور کسی ایماندار مرد یا عورت کو گنجائش نہیں ہے
جبکہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کسی کام کا حکم دیں کہ (پھر) ان کو اس کام میں
کوئی اختیار (کرنے نہ کرنے کا) باقی رہے اور جو
شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے
وہ کھلی گمراہی میں پڑا۔

جب حضرت زینب اور ان کے بھائی کو یہ خبر لگی کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے تو دونوں اس پر راضی ہو گئے کہ حضرت زید سے نکاح ہو جائے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید سے حضرت زینب کا نکاح کر دیا اور مہر میں ۱۰ دینار ۶۰ درہم چار

کپڑے ۵۰ دُغله، ۲۰ صاع کھجوریں مقرر ہوئیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت زیدؓ کے پاس رہنے لگیں اور دونوں میاں بیویوں کی طرح رہتے ہتے رہے۔
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قوی طور پر بھی تعلیم دیتے تھے اور عمل کر کے دکھا کر بھی احکام و آداب سکھاتے تھے۔ اس نکاح کے کر دینے سے آپ نے عملیہ ثابت کر دیا کہ غیر کفو میں شرعاً نکاح کرنا درست ہے اور اس سے اسلام کی اس اہم تعلیم کا بھی پتہ چل گیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دینداری کی بلندی تمام بلندیوں سے بڑھی ہوئی ہے۔
 اگر مصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حقیقت کو اس قدر واضح کیا کہ اپنی حقیقی پھوپھی کی بیٹی کا نکاح ایک ایسے آزاد کردہ غلام سے کر کے دکھایا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری میں سراپا محو تھا اور اس نکاح کے متعلق اپنے کلام پاک میں آیات نازل فرمائیں جو ہمیشہ پڑھی جاتی رہیں گی اور نسب پر فخر کرنے والوں کو دین داری کی تاکید کرتی رہیں گی۔

حَرَمِ نُبُوَّتِ میں آنا حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں ایک سال یا اس سے کچھ زیادہ رہیں۔ لیکن دونوں میں نباہ نہیں ہوا حتیٰ کہ ایک روز حضرت زید رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! زینب کی بدکلامی نے مجھے ستا دیا لہذا میں طلاق دینا چاہتا ہوں۔ آپ نے ان سے فرمایا اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ (اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رکھو اور اللہ سے ڈرو) لیکن پھر بھی آپس میں دونوں کا میل نہ ہو سکا۔ اور آخر آپ کی اجازت سے انہوں نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی اور جب عدت گزر گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ ہی کو اپنے نکاح کا پیغام دے کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا وہ اس وقت آٹا گوندھ رہی تھیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف کو پشت کر کے فرمایا کہ اے

اے معالم التنزیل ۱۲۔ عہ اس زمانے میں ایک پیمانے کا نام تھا جو تقریباً ایک سیر کا ہوتا ہے اور صراح بھی پیمانے کا نام تھا ۱۲۔ ۱۳ البدایہ ۱۳۔

زینب خوشخبری قبول کرو۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے تاکہ تم کو آپ کی طرف سے نکاح کا پیغام دوں۔ یہ سن کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں اللہ سے مشورہ لئے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتی ہوں۔ یہ کہہ کر استخارہ کرنے کے لئے نماز پڑھنے کھڑی ہو گئیں۔ یہاں انہوں نے نماز شروع کی اور وہاں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی۔

فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا
زَوَّجْنَاكَهَا الْآيَةُ - (۲۳: ۳۴)

پھر جب زید کا ان (زینب) سے جی بھر گیا،
ہم نے آپ سے ان کا نکاح کر دیا۔

لہذا حضرت زینب رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہو گئیں وہ اس پر دوسری بیویوں کے مقابلے میں فخر کیا کرتی تھیں کہ تمہارا نکاح تمہارے عزیزوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے کر دیا کہ

بعض روایات میں ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیویوں سے بطور فخر فرمایا کرتی تھیں کہ تمہارے نکاح تمہارے والدوں نے (یا دوسرے اولیاء نے) کئے اور میرا نکاح عرش والے نے کیا۔ چونکہ اللہ جل شانہ نے ان کا نکاح خود کر دیا اس لئے دنیا میں دوسرے نکاحوں کی طرح آپ کا نکاح حضرت زینب سے نہیں بلکہ آیت کا نازل ہونا ہی نکاح تھا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ حضرت زینب کے پاس بغیر اجازت ہی مکان میں چلے گئے۔

اس واقعہ نکاح سے کئی چیزیں معلوم ہوتیں۔

(۱) جسے کوئی شخص اپنا بیٹا بنا لے تو وہ اس کا حقیقی بیٹا نہیں بن جاتا ہے بلکہ ہوتے بیٹے کی بیوی سے نکاح درست ہے جب کہ وہ طلاق دے دے اور عدت گزر جائے۔ اہل عرب اس بات کو بہت بُری سمجھتے تھے اور بنائے ہوئے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنے کو ایسا سمجھتے تھے جیسے حقیقی بیٹے کی بیوی سے کوئی شخص نکاح کر لے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ہی سے اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی کہ زینب سے آپ کا نکاح ہوگا لیکن

آپ اس خبر کو ظاہر کرنے سے بچکچاتے رہے اور لوگوں کی بدزبانی کے خوف سے اس بات کو پوشیدہ رکھا تا کہ یوں نہ سمجھیں کہ دیکھو بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ عرب کی یہ حالت ٹوٹے اور بنائے ہوئے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لینا اسلام میں جائز سمجھ لیا جائے اس لئے اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت زینبؓ کا نکاح کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تنبیہ فرماتے ہوئے قرآن پاک کی آیت نازل فرمائی۔

وَتَخْفَىٰ فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ
وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ
أَنْ تَخْشَاهُ ۝ (۲۳: ۳۴)

اور تم اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے
جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تم لوگوں سے ڈرتے ہو
حالانکہ اللہ اس کے سب سے زیادہ سختی ہیں کہ ان سے ڈرو۔

اس آیت میں اللہ جل شانہ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تنبیہ کی گئی ہے جس کا عنوان گرفت اور مواخذہ کا ہے۔ حضرت حسن (بصری) رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس آیت سے زیادہ سخت کوئی آیت نہیں اتنی جس میں گرفت اور عقاب کا انداز ہو (اور اگر آپ (اپنے اختیار سے) کسی آیت کو چھپانے کے حقدار ہوتے تو اس آیت کو تو ضرور چھپا لیتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی اس آیت کے متعلق ایسا ہی فرمایا ہے لہٰذا

(۲) عورت کے پاس جب کسی کے نکاح کا پیغام پہنچے تو اسے اس بارے میں استخارہ کرنا چاہیئے جیسے مرد استخارہ کرتے ہیں (جن میں دین داری ہوتی ہے) اسی طرح عورت کو استخارہ کرنا چاہیئے کہ مرد کی دین داری یا مال داری یا اور کسی صفت کو دیکھ کر جھٹ اسے منظور کر لینا مناسب نہیں ہے اس بارے میں اللہ سے مشورہ لینا چاہیئے جسے استخارہ کہتے ہیں۔ بظاہر تو یہ معلوم ہو گا کہ اس شخص سے نکاح کرنا خیر ہی خیر ہے لیکن اللہ سے مشورہ لینے میں نفع ہے کہ اللہ پوشیدہ اور آئندہ سب حالات کو جانتے ہیں ممکن ہے کہ عورت اس مرد کی نیکی اور دین داری کی قدر نہ کر سکے۔ بلکہ اس کو ستلنے کا باعث بن کر

خدا نے قدوس کو اپنے سے ناراض کر لیا ہے۔ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی نہ ہوا اور نہ ہوگا۔ لیکن پھر بھی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پیغام پہنچنے پر استخارہ کیا۔

(۳) سب مومن آپس میں ایمانی بھائی ہیں۔ عدوت اور بغض ایمان والوں کا کام نہیں۔ مرد و عورت کا جب نکاح ہو جاتا ہے تو ان دونوں میاں بیویوں میں اور ان کے خاندانوں میں ایمانی برادری کے ساتھ ساتھ ایک تعلق اور بڑھ جاتا ہے لیکن اگر وہ تعلق ٹوٹ جائے (مثلاً یہ کہ شوہر بیوی کو طلاق دے دے تو آپس میں دشمنی کی کوئی وجہ نہیں بلکہ ایمانی بھائی بہن اب بھی ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کا احترام کریں۔ ایک دوسرے کا بُرا نہ چاہیں غالباً یہی تعلیم دینے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینہؓ ہی کو حضرت زینبؓ کے پاس اپنے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا، ہمارے ملک میں یہ رواج ہے کہ مرد و عورت کو طلاق دے دے تو دونوں آپس میں دشمن بن جاتے ہیں۔ ایک دوسرے کی کٹی میں لگ جاتے ہیں بلکہ دونوں خاندانوں میں دشمنی پیدا ہو جاتی ہے یہ سراسر غلط اور اسلام کے خلاف ہے۔

(۴) حضرت زینہؓ کا نام قرآن مجید میں آیا ہے اور کسی صحابی کا نام قرآن میں مذکور نہیں ہے اللہ اللہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام کا یہ مقام ہے کہ قرآن میں ان کا نام آیا اور آپؐ نے اپنی چھوٹی زاد بہن سے ان کا نکاح کیا اور ان سے پہلے حضرت ام ایمن سے نکاح کیا تھا جن کو آپؐ اپنی ماں کی برابر جانتے تھے۔

ولیمہ | حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ذیقعدہ شہ میں ہوا بعض نے سہ بھی لکھا ہے مگر صحیح شہ ہے۔ نکاح کے بعد جب رات گزر گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نئی بیوی سے ملاقات فرمائی تو صبح کو جب دن چڑھ گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ کی دعوت کی۔ ایک بکری ذبح فرما کر ولیمہ کیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ایسا ولیمہ آپؐ نے اور کسی بیوی کا نہیں کیا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں :

ما اولم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی امراۃ من نساءہ اکثرا و افضل ما اولم علی زینب لہ

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کر کے جو آپ نے ولیمہ کیا اس سے بہتر ولیمہ آپ نے کسی بیوی سے شادی کرنے پر نہیں کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بکری ذبح فرمائی اور حضرت انسؓ کی والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے بھی اس موقع پر آپ کی خدمت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ حریرہ بنا کر ایک برتن میں بھیج دیا اور تقریباً ۳۰۰ افراد نے خوب پیٹ بھر کر کھایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جاؤ فلاں فلاں کو اور ان کے علاوہ جو تم کو ملے بلا لاؤ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں بہت سوں کو بلا لایا جس کے نتیجے میں آپ کے چبوترہ اور حجرہ میں آدمی ہی آدمی بھر گئے آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ دس دس کا حلقہ بنا لو اور ہر شخص اپنی طرف سے کھائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس کھانے میں رکھا اور کچھ پڑھا۔ اس کھانے میں اتنی برکت ہوئی کہ سب نے کھا لیا تب بھی ختم نہ ہوا۔ سب فارغ ہو گئے تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے انس! اس کھانے کو اٹھا لو میں نے اسے اٹھایا تو یہ فیصلہ نہ کر سکا کہ جب یہ کھانا میں نے لوگوں کے کھانے کے لئے رکھا تھا اس وقت زیادہ تھا یا اب زیادہ ہے۔ (غرضیکہ اس میں اتنی برکت ہوئی کہ سینکڑوں آدمیوں کے کھالینے پر بھی سارا بچ گیا۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پہلے سے زیادہ ہے)۔

نزول حجاب اب تک پردہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زینبؓ سے شادی کرنے کے موقع پر ولیمہ کیا تو اس موقع پر جب لوگ دعوت ولیمہ کھانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

دولت کدہ پر حاضر ہوئے تو آپ کی نئی دُہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا دیوار کی طرف منہ کر کے (علیحدہ پردہ ڈالے بغیر) بیٹھی رہیں حتیٰ کہ پردہ کا حکم نازل ہو گیا۔ جس کی تفصیل حضرت انس رضی اللہ عنہ اس طرح روایت فرماتے ہیں کہ پردہ کا حکم کب اُترا اور کیونکر اُترا۔ اس کو میں سب لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں۔ سب سے پہلے پردہ کا حکم اس وقت نازل ہوا جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحشؓ سے نکاح کرنے کے بعد رات گزارنے پر صبح کو ولیمہ کیا۔ چنانچہ آپ نے لوگوں کو بلایا۔ لوگ آئے اور کھانا کھا کر چلے گئے لیکن چند آدمی وہیں باقیں کرتے ہوئے رہ گئے اور بہت دیر لگا دی۔ آپ کو اس سے بہت تکلیف ہوئی۔ آپ چاہتے تھے کہ یہ لوگ چلے جائیں لیکن لحاظ کی وجہ سے ان سے جانے کو فرمانہ سکے بلکہ ان کے اٹھانے کے لئے یہ عمل کیا کہ خود آپ وہاں سے چل دیئے اور میں بھی آپ کے ساتھ چل کھڑا ہوا تاکہ وہ لوگ مکان سے نکل جائیں۔ حتیٰ کہ آپ حضرت عائشہؓ کے حجرہ کی چوکھٹ تک آئے پھر یہ سمجھ کر واپس ہو گئے کہ اب وہ لوگ چلے گئے ہوں گے۔ میں بھی آپ کے ساتھ واپس ہو گیا۔ اگر دیکھا کہ وہ لوگ ابھی بیٹھے ہی ہیں۔ لہذا آپ پھر واپس ہوئے اور میں آپ کے ساتھ تھا حتیٰ کہ آپ پھر حضرت عائشہؓ کے حجرہ کی چوکھٹ تک آئے اور یہ سمجھ کر واپس ہو گئے کہ اب چلے گئے ہوں گے۔ میں بھی آپ کے ساتھ واپس ہو گیا اس مرتبہ اگر دیکھا کہ لوگ چلے گئے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دیا اور پردہ کی آیت نازل ہو گئی۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔

مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ جب لوگ نکل گئے تو میں بھی آپ کے ساتھ اندر جانے لگا لہذا آپ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال لیا اور پردہ کا حکم نازل ہوا اور لوگوں کو نصیحت ہوئی پردہ کی جو آیت اس وقت نازل ہوئی یہ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا
بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ
إِلَى طَعَامٍ غَيْرٍ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَكِنْ
اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں (بلاتے بغیر)
مت جایا کرو مگر جس وقت تم کو کھانے کے لئے
اجازت دی جائے ایسے طور پر کہ اس کی تیاری

اِذَا دُعِيتُمْ فَاَدْخُلُوْا فَاِذَا
 طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا
 مُسْتَأْنِسِيْنَ لِخَدِيَّتٍ اِنْ ذَلِكُمْ
 كَانَ يُؤْذِي السَّيِّئِيْنَ فَيَسْتَحْيِ
 مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيِ
 مِنَ الْحَقِّ وَاِذَا سَأَلْتُمُوْهُنَّ
 مَتَاعًا فَاسْأَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَءِ
 حِجَابٍ ذَلِكُمْ اَظْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ
 وَقُلُوْبِهِنَّ ۝ (۵۳:۲۳)

کے منتظر نہ ہو، لیکن جب تم کو بلایا جائے تب
 جایا کرو پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا
 کرو اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھ رہا کرو۔
 اس بات سے نبیؐ کو ناگواری ہوتی ہے سودہ
 لحاظ کی وجہ سے تم سے شرماتے ہیں اور اللہ
 صاف بات فرمانے سے لحاظ نہیں فرماتا اور
 جب تم نبیؐ کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردہ
 کے باہر سے مانگا کرو۔ یہ بات تمہارے اور ان
 کے دلوں کو پاک رکھنے کا عمدہ ذریعہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت سب سے پہلے میں نے
 سنی یہ بھی فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر نکل کر لوگوں کو یہ آیات سنادیں
 فائلا: حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے احوال میں بخاری شریف کی ایک روایت
 ہم نقل کر آئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پردہ کا حکم ان کی وجہ سے اتر ا اور ان روایت
 سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بعد نازل ہوا لیکن اس میں
 کچھ خاص اشکال کی بات نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ان ہی دنوں میں جب کہ حضرت
 زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بھی حسب معمول قضائے حاجت
 کے لئے جنگل جا رہی ہوں اور حضرت عمرؓ نے ان سے وہ کہہ دی ہو جو حضرت سودہؓ
 کے تذکرہ میں گزر چکی ہے اور نزولِ حجاب کے دنوں سبب بیک وقت جمع ہو گئے ہوں۔

عبادت اور تقویٰ | حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بڑی عبادت گزار
 تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے متعلق فرمایا کہ

میں نے کبھی کوئی عورت زینب سے بہتر نہیں دیکھی۔ ان سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والی
 اور سچ بولنے والی اور صلہ رحمی کرنے والی اور صدقہ کرنے والی میں نے کوئی عورت نہیں

دیکھی یہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو منافقین نے تہمت لگائی جس کا واقعہ گزر چکا ہے تو حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے صاف کھلے الفاظ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا اظہار کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کرنے پر عرض کیا یا رسول اللہ اَحْمِي سَمْعِي وَبَصِرِي مَا عَلِمْتُ اِلَّا خَيْرًا میں اپنے کانوں اور اپنی آنکھوں پر تہمت نہیں دھرتی ہوں۔ میں تو عائشہؓ کو خیر کے علاوہ اور کسی کام میں نہیں جانتی ہوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات میں زینب ہی کو یہ مقام حاصل تھا کہ درمیان میں میرا مقابلہ کرتی تھیں۔ ان کی پرہیزگاری کی وجہ سے اللہ نے ان کو جھوٹ کہنے سے روک لیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا: وَكَانَتْ صَالِحَةً صَوَامَةً وَكَانَتْ صَانِعًا تَصَدَّقُ وَكَانَتْ صَالِحَةً صَوَامَةً وہ بڑی ہی نیک تھیں روزے بہت رکھتی تھیں راتوں کو نماز پڑھتی تھیں۔ ہاتھ کی محنت سے کام سارا مسکینوں پر خیرات کر دیتی تھیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ زینب بنت جحش اَوَّاهٌ ہیں ایک صاحب اور موجود تھے۔ انہوں نے سوال کیا اَوَّاهٌ کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس میں خشوع ہو اور اللہ کے سامنے روئے ہے۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بڑی سخی تھیں۔ محنت مزدوری کرتی تھیں اور سارا مسکینوں پر صدقہ کر دیتی تھیں۔ محنت کی وجہ سے بہت سے مسکینوں کا کام چلتا تھا جس کی وجہ سے ان کا لقب مَأْوِیۃُ الْمَسَاكِينِ پڑ گیا تھا۔ جس کا ترجمہ ہے ”مسکینوں کا ٹھکانا“۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ بھی فرماتی تھیں کہ زینبؓ سے بڑھ کر کوئی عورت میں نے نہیں دیکھی جو اپنی جان کو محنت میں کھپا کر مال حاصل کر کے صدقہ کرتی ہو اور اس

لے اگر ان کے دل میں اللہ کا خوف نہ ہوتا تو سو کن کی عزت گھٹانے کے لئے جھوٹ مٹوت باتیں بنا کر تہمت کو قوی کر سکتی تھیں۔ ۷ اصابر وغیرہ ۱۲

کے ذریعہ اللہ کا تقرب حاصل کرتی ہو بلکہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہا نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا وظیفہ بارہ ہزار (درہم) مقرر فرمایا تھا جسے انہوں نے صرف ایک سال قبول فرمایا اور قبول فرما کر بارگاہِ خداوندی میں یہ عرض کیا اَللّٰهُمَّ لَا يُدْرِكُنِيْ هٰذَا الْمَالُ مِنْ قَابِلٍ فَاِنَّهُ فِتْنَةٌ (اے اللہ آئندہ سال یہ مال میرے پاس نہ آئے کیونکہ یہ فتنہ ہے) اس کے بعد پوری بارہ ہزار کی مالیت اسی وقت اپنے عزیزوں اور ضرورت مندوں میں تقسیم فرمادی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو ان کے گھر تشریف لائے (اور باہر سے) سلام کہلا کر بھیجا اور فرمایا مجھے تمہارے رقم تقسیم کر دینے کا واقعہ معلوم ہو گیا ہے۔ اس کے بعد مزید ایک ہزار کی رقم بھیجی تاکہ اسے اپنے خرچ میں لائیں لیکن انہوں نے اس رقم کو بھی تقسیم فرمادیا بلکہ حضرت زینبؓ کھالیں رنگنے کی مزدوری کر کے صدقہ کرتی تھیں سب سے اور منتخب کنز العمال میں اس کے علاوہ ان کی اور دستکاری بھی لکھی ہے۔

جب حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہو گئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

لَقَدْ ذَهَبَتْ حَمِيْدَةٌ مُّتَعَبِدَةٌ مُّفْزِعَ النَّبَاتِ حَىٰ وَالْاَزَامِلِ
تعریف کے لائق اور عبادت گزار ہو کر دنیا سے اس حال میں چلی گئیں کہ یتیموں اور یتیموں کو گھبراہٹ میں ڈال گئیں (کیونکہ وہ اب سوچیں گے کہ ہم پر کون خرچ کرے گا۔)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج بیت اللہ حج کیا تھا اس کے بعد کبھی حج کو نہ گئیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے فرمایا تھا کہ اس حج کو کرو پھر گھر میں بیٹھنا حضرت سودہؓ اور حضرت زینبؓ دونوں نے اس کے بعد حج نہ کیا اور یہ فرمایا وَاللّٰهِ لَا تُحْرَكُنَا بَعْدَهُ دَابَّةٌ

اللہ کی قسم اب تو آپ کے بعد ہم کسی جانور پر سوار تک نہ ہوں گے) ہاں دیگر لامہات المؤمنین حج کو جاتی تھیں۔ غالباً انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا یہ مطلب سمجھا کہ خواہ مخواہ بلادِ جہگھر سے نکلنے کو منع فرمایا ہے اس میں حج کو جانے کی ممانعت داخل نہیں اور اگر حج سے روکا بھی ہے تو شرعی طور پر نہیں بلکہ شفقت کی وجہ سے روکا ہے لہذا طاقت ہوتے ہوئے حج کرنا مناسب جانا۔

وفات

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سترھ میں وفات پائی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت جو بیویاں چھوڑی تھیں ان میں سب سے پہلے ان ہی کی وفات ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق اپنی زندگی میں خبر بھی دے دی تھی جسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یوں روایت فرماتی ہیں کہ بعض بیویوں نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کی وفات کے بعد ہم میں سے سب سے پہلے کون سی بیوی (اس دنیا سے رخصت ہو کر) آپ سے ملے گی؟ آپ نے جواب میں فرمایا جس کے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے ہوں! یہ سن کر آپ کی بیویوں نے ایک بانس لے کر اپنے ہاتھ ناپنے شروع کر دیئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ سب بیویوں کے ہاتھوں سے لمبے نکلے اور آپس میں یہ سمجھ لیا کہ وہی سب سے پہلے وفات پائیں گی۔ پھر بعد میں ہم کو پتہ چلا جب حضرت زینبؓ کی وفات ہو گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب ناپ کی لمبائی بتانا نہ تھا بلکہ اس کا یہ مطلب تھا کہ جو عورت سب سے زیادہ صدقہ کرتی ہوگی وہ سب سے پہلے مجھ سے ملے گی کیونکہ زینبؓ ہم میں سے سب سے پہلے آپ سے جا کر ملیں جو صدقہ کرنے کو (بہ نسبت دوسری بیویوں کے بہت زیادہ) پسند کرتی تھیں (بخاری شریف) مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ آخر میں ہمیں یہ معلوم ہوا کہ سب سے زیادہ لمبے ہاتھ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک زینب کے تھے) کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے کم اک صدقہ کرتی تھیں۔

وصیت حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وفات کے وقت فرمایا کہ میں نے اپنے لئے کفن تیار کیا ہے اور عمر بھی میرے لئے کفن بھیجیں گے لہذا تم ایسا کرنا کہ دونوں میں سے ایک صدقہ کر دینا۔ چنانچہ ان کی بہن حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کفن کو صدقہ کر دیا جسے وہ خود تیار کر کے چھوڑ گئی تھیں۔ سبحان اللہ دنیا سے چلتے چلتے صدقہ کرنے کا خیال رہا اور اس کی وصیت کی۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دوسری اہبات المؤمنین نے غسل اور کفن دیا۔ ان کے لئے مسہری بنائی گئی جس میں جنازہ رکھ کر قبرستان لے جایا گیا وہ مسہری بنت عیسیٰ نے بنائی تھی جسے وہ حبشہ میں دیکھ کر آئی تھیں۔ مسہری میں جنازہ رکھ کر اوپر سے کپڑا ڈھک دیا گیا تو بالکل پردہ ہو گیا۔ اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہت پسند کیا۔ حضرت عمرؓ نے پہلے منادی کرادی تھی کہ حضرت زینبؓ کے جنازہ میں صرف وہی لوگ آئیں جو ان کے محرم ہیں لیکن جب مسہری بن گئی اور پردہ کا انتظام ہو گیا تو دوبارہ منادی کرائی کہ سب مومنین اپنی ماں کے جنازہ میں شریک ہوں۔

جب جنازہ قبرستان میں لایا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر میں اتارنے کا ارادہ فرمایا لیکن پہلے اہبات المؤمنینؓ سے دریافت کرایا کہ میں ان کی نعش کو قبر میں اتار سکتا ہوں یا نہیں؟ اس پر جواب آیا کہ نہیں! قبر میں وہی داخل ہوگا جو زندگی میں ان کے پاس آتا جاتا تھا جس سے شرعاً پردہ نہ تھا۔ لہذا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارادہ بدل دیا اور کپڑا تان کر پردہ کر کے ان کے محرموں سے قبر میں داخل کر کر مٹی دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن کے وقت قبر کے کنارے بیٹھے رہے اور دیگر اکابر صحابہؓ کھڑے رہے۔ یہ سب تفصیل کنز العمال میں لکھی ہے۔ البدایہ میں لکھا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بقیع میں دفن کی گئیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاهما ذہبت حمیدۃ مفزع الیتامی والارامل۔



حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔ ان کے والد کا نام حارث تھا۔ غزوہ بنی المصطلق کے موقع پر قید ہو کر آئی تھیں جس کی پوری تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ قبیلہ بنی المصطلق کے لوگ مجھ سے جنگ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ جن کا قائد حارث بن ابی ضرار ہے (یہ حضرت جویریہ کے والد تھے بعد میں مسلمان ہوئے) لہذا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سات سو صحابہؓ کو لے کر اپنے پیچھے مدینہ منورہ کا انتظام حضرت ابوذر غفاریؓ یا نمیلہ بن عبد اللہ اللیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کر کے بنو المصطلق سے جہاد کرنے کے لئے روانہ ہو گئے۔ یہ شعبان شہ ۱ یا ۲ھ کا واقعہ ہے چلتے چلتے بنو المصطلق سے ایک تالاب کے کنارے ٹھہر ہو گئی جسے ربیع کہتے تھے۔ اسی وجہ سے اس غزوہ کو غزوۃ المربیع بھی کہتے ہیں۔ حملہ کرنے سے پہلے آپؐ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ دشمنوں سے پکار کر کہہ دو:

قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَمَتَّعُوا بِهَا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَأَقْرَارِكُمْ، ايسا کرنے سے انفسكؤ و امواكؤ۔

تہارے جان و مال محفوظ ہو جائیں گے۔

لیکن دشمنوں نے مبارک کلمہ کے پڑھنے اور ماننے سے انکار کر دیا اور تیرھنیکے شروع کر دیئے لہذا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ سب صحابہؓ نے بیک وقت ان پر حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں بنو المصطلق نے شکست کھائی اور بنو المصطلق کے دس آدمی مارے گئے جن میں سے دو آدمیوں کو سیدنا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے قتل کیا اور ایک صحابی حضرت ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جام شہادت نوش کیا ہے

حرم نبوت میں آنا | اس غزوہ میں بڑی بھاری تعداد میں قیدی ہاتھ آئے اور

مال بھی بہت ملا۔ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی قیدیوں میں تھیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قیدیوں کو اپنے صحابہؓ میں تقسیم فرما دیا۔ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس تقسیم میں حضرت ثابت بن قیسؓ بن شماس یا ان کے چچا زاد بھائی کے حصے میں آگئیں لیکن انہوں نے باندی بن کر رہنا پسند نہ کیا اور حضرت ثابتؓ یا ان کے چچیرے بھائی سے کتابت کا معاملہ کر لیا۔ یعنی یہ بات طے کر لی کہ اس قدر مال کو دے دوں گی تو تم مجھے آزاد کر دو گے۔ معاملہ طے کر کے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میں حارث بن ابی ضرار کی لڑکی ہوں جو سردار قوم ہے اور مجھے جس مصیبت نے گھیر لیا ہے وہ آپ سے پوشیدہ نہیں ہے یعنی کہ ثابت بن قیس (یا ان کے چچیرے بھائی) کے حصے میں آگئی ہوں اور ان سے کتابت کا معاملہ کر لیا ہے جس کے لئے مال کی ضرورت ہے آپ سے اس بارے میں مدد چاہتی ہوں، آپ نے فرمایا اس سے بہتر بات تمہیں نہ بتا دوں؟ عرض کیا کیا؟ فرمایا کہ میں تمہاری طرف سے مال ادا کر دوں اور تم سے نکاح کر لوں۔ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے منظور ہے۔ چنانچہ آپ نے ان کی طرف سے مال ادا فرما دیا اور ان کو آزاد کر خود ان سے نکاح کر لیا۔

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلے شوہر کا نام مُسَافِح بن صَفْوَان تھا جو اسی جنگ میں مارا گیا جس میں حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قید ہو کر آئی تھیں۔ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب بنو المصطلق سے جہاد کرنے کے لئے پہنچے تھے تو اس سے تین روز پہلے میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ مدینہ سے چاند چل کر میری گود میں آکر گرے گا میں نے کسی کو اپنا خواب ظاہر کرنا مناسب

لے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نواذ قیہ سونے پر کتابت کا معاملہ کیا تھا ایک اذقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اور ایک درہم ۳ ماشہ ایک رتی اور ۱/۲ رتی کا ہوتا ہے ۱۲ منہ ۱۲۰۰ البدایہ ۱۲

نہ سمجھا حتیٰ کہ آپؐ جہاد کے لئے تشریف لے گئے اور جب ہم قید کر لئے گئے تو مجھے اپنے خواب کے پورا ہونے کی امید بندھ گئی جو الحمد للہ پوری ہوئی اور مجھے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد فرما کر اپنے نکاح میں لے لیا۔

حرم نبوت میں آنے سے پوری قوم کا بھلا ہوا جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا تو یہ خبر سارے مدینہ میں گونج گئی۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی قوم و خاندان سینکڑوں قیدی صحابہؓ کے گھروں میں موجود تھے جو غلام بنا کر تقسیم کر دیئے تھے۔ نکاح کی خبر پھیلنے ہی حضرات صحابہؓ نے سب کو اس احترام کے پیش نظر آزاد کر دیا کہ اب تو یہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسرال وار لے ہو گئے۔ ان کو غلام بنا کر کیسے رکھیں؟ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں گفتگو بھی نہ کی تھی مسلمانوں نے خود ہی میری قوم اور خاندان والوں کو آزاد کر دیا جس کی خبر میری ایک چچا کی لڑکی نے مجھے دی۔ خبر سن کر میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس واقعہ کے متعلق فرمایا:

فلقد اعتق بتزويجہ اياها
مائه اهل بيت من بنى المصطلق
فما علم امر اءاة اعظم بركة
على قومها منها لے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جویریہ سے نکاح کر لینے سے بنو المصطلق کے سو گھرانے آزاد ہوئے
میں نے کوئی عورت ایسی نہیں دیکھی جو جویریہ سے بڑھ کر اپنی قوم کے لئے بڑی برکت والی ثابت ہوئی۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر
باپ کے ساتھ جانے سے انکار

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے ان سے اپنا نکاح فرمایا تو حضرت جویریہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا کے والد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا میری بیٹی

بڑی معزز ہے جسے قیدی بنا کر کھنا گوارا نہیں ہے۔ لہذا آپ اسے چھوڑ دیجئے۔“ آپ نے فرمایا اگر میں اختیار دے دوں کہ جی چاہے تو چلی جائے اور چاہے تو میرے پاس رہے تو اس کو تم اچھا سمجھتے ہو؟ حارث نے جواب دیا جی ہاں بہت مناسب ہے۔ اس کے بعد حارث اپنی بیٹی کے پاس آئے اور پورا واقعہ نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اختیار دے دیا ہے کہ چاہے تو چلی جائے لہذا میرے ساتھ چل! حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں فرمایا: اخْتَرْتُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ (میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کرتی ہوں تمہارے ساتھ نہ جاؤں گی) لے

والد کا مسلمان ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ دیکھ کر حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد بھی مسلمان ہو گئے تھے جس کی تفصیل یہ ہے کہ جنگ کے موقع پر جب بنو المصطلق کو شکست ہو گئی اور مسلمانوں نے ان کو قید کر لیا جن میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں تو اس موقع پر ان کے والد کسی طرح فرار ہو گئے اور قید ہونے سے بچ گئے۔ بعد میں اپنی بیٹی کو چھڑانے کے لئے مدینہ منورہ کا رخ کیا اور مال دے کر چھڑانے کی نیت سے بہت سے اونٹ ساتھ لے کر چلے چلتے چلتے ان اونٹوں میں سے دو اونٹ بہت ہی زیادہ دل کو بھاگے جنہیں عقیق کی گھاٹیوں میں چھپا کر باقی اونٹ لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہماری بیٹی آپ کے قبضے میں آگئی ہے لہذا اس کے بدلہ میں یہ اونٹ لے کر اسے چھوڑ دیجئے۔ آپ نے فرمایا وہ اونٹ کہاں ہیں جن کو تم عقیق کی گھاٹیوں میں چھپا آئے ہو؟ یہ سنتے ہی حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد نے کلمہ شہادت پڑھ لیا اور یہ کہا کہ واقعی آپ اللہ کے رسول ہیں ان کے اونٹوں کے چھپانے کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں تھا جب آپ نے ان کے متعلق خبر دی تو ضرور اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی ہے۔ ان کے ساتھ ان کے دو بیٹوں اور قوم کے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا پہلے واقعہ کو اس واقعہ

کے ساتھ ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حارث بن ابی ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد بھی اپنی بیٹی کو ہمراہ لے جانے کو کہا ہوگا لیکن وہ خود ان کے ساتھ نہ گئیں۔

تبدیلی نام | حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نامناسب ناموں کو بدل دیا کرتے تھے۔ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام بُرہ تھا آپ نے بدل کر جویریہ رکھا۔

ایک اور لڑکی کا نام بُرہ تھا۔ اس کا نام بدل کر آپ نے زینب رکھ دیا تھا۔ ایک لڑکی کا نام عاصیہ تھا (معنی گناہگار) اس کا نام بدل کر آپ نے جمیلہ رکھا۔ ایک شخص کا نام حَزَن (معنی سخت) تھا۔ آپ نے اس کا نام بدل کر سہیل تجویز فرمایا۔ البتہ اور قاعدہ کلیہ کے طور پر فرمایا کہ تم قیامت کے روز اپنے ناموں اور اپنے باپوں کے ناموں سے پکارے جاؤ گے لہذا نام اچھے رکھا کرو۔ البتہ اس بارے میں ہم نے ایک رسالہ ”اسلامی نام“ کے عنوان سے لکھا ہے اسے ملاحظہ فرمائیں۔

بُرہ کا معنی ہے نیک عورت۔ جب اس نام کی عورت سے اس کا نام دریافت کیا جائے تو بتائے گی کہ میں بُرہ یعنی نیک ہوں اس سے اپنی تعریف ہوتی ہے اس لئے یہ نام ناپسند فرمایا۔

ذکر الہی | حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کے بعد (ان کے پاس تشریف لائے پھر فوراً ہی) باہر تشریف لے گئے اور ان کو مُصلّے پر ذکر کرتی ہوئی چھوڑ گئے۔ پھر بہت دیر کے بعد تشریف لائے جبکہ چاشت کا وقت ہو چکا تھا۔ اگر دیکھا کہ وہ اب بھی مُصلّے پر بیٹھی ہوئی ہیں آپ نے ان سے دریافت فرمایا کیا تم اس وقت سے اسی طرح یہیں بیٹھی ہو جب سے باہر گیا ہوں؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا میں نے تمہارے پاس سے جانے کے بعد چار کلمے تین مرتبہ کہہ لئے

لے سلم شریف ۱۲ لے مشکوٰۃ شریف . ۳ لے ابوداؤد شریف ۱۲

ہیں جن کا ثواب اتنا زیادہ ہے کہ تم نے آج جس قدر ذکر کیا ہے اگر ان کے ساتھ رکھ کر
تولا جائے تو وہ چاروں کلمات ہی بڑھ جائیں گے وہ چاروں کلمات یہ ہیں :

سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ اللَّهُ تَعَالَى پاک ہے اور میں اس کی تعریف کرتا
عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَا ہوں جس قدر اس کی مخلوق ہے اور جس سے وہ
نَفْسِهِ وَزِينَةَ عَرْشِهِ راضی ہو جائے اور جتنا اس کے عرش کا وزن ہو
وَمِذَا دَکَلِمَاتِهِ اور جس قدر اس کی تعریف کہنے کے لئے بے انتہا

(مشکوٰۃ شریف) کلمات کی روشنائی ہو ۱۲

وفات حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شہرہ ہجری میں وفات پائی۔ واقعہ
نے شہرہ ہجری میں ان کی وفات بتائی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ مردان
بن الحکم نے نماز جنازہ پڑھائی ہے



حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا۔ ان کی والدہ صفیہ بنت ابی العاص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چھوٹی تھیں۔ ان کے والد ابوسفیان وہی ابوسفیان ہیں جو برسوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں لڑتے رہے۔ بعد میں مسلمان ہوئے ان کا نام صحیح تھا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو امیر معاویہ کے لقب سے مشہور ہیں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے۔

ہجرت حبشہ حضرت ام حبیبہ کا نام رملہ تھا۔ بعض نے ہند بھی بتایا ہے۔ ان کا پہلا نکاح عبید اللہ بن جحش سے ہوا تھا دونوں میاں بیوی نے ابتدائے اسلام میں اسلام قبول کیا اور مشرکین مکہ سے تنگ آکر دیگر مسلمانوں کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کر گئے۔ وہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام حبیبہ رکھا۔ اس لڑکی کے نام سے ان کی کنیت اُمّ حبیبہ مشہور ہو گئی۔ ان کے شوہر عبید اللہ بن جحش نے نصرانی مذہب قبول کر لیا اور اسلام چھوڑ دیا۔ حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی اس نے اسلام چھوڑنے کو کہا لیکن اللہ جل شانہ نے ان کو اسلام پر جمائے رکھا اور انہوں نے نصرانیت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں کہ میں نے اپنے شوہر کو خواب میں بُری شکل میں دیکھا جس سے میں گھبرا گئی۔ جب صبح ہوئی تو پتہ چلا کہ وہ نصرانی ہو گیا ہے اور اب سمجھ میں آیا کہ خواب میں اس کی بُری شکل اسی وجہ سے دکھائی گئی ہے لہذا میں نے اپنا خواب اس سے بیان کیا اور اسلام قبول کرنے کو کہا۔ اس نے کچھ خیال نہ کیا اور خوب شراب پینے لگا حتیٰ کہ کافر ہی مرا۔

حرم نبوت میں آنا دیکھا کہ مجھے کوئی شخص یا اُمّ المؤمنین کہہ رہا ہے۔ یہ خواب دیکھ کر میں چونک گئی پھر بعد میں اس کی تعبیر ظاہر ہوئی اور وہ یہ کہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی خاص خدمتگذار باندی ابرہہ نامی میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ بادشاہ نے یہ کہہ دیا ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس پیغام بھیجا ہے کہ تمہارا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کروں یہ سنتے ہی میں نے اس باندی کو دُعا دی بَشْرَکَ اللّٰهُ بِالْخَیْرِ (اللہ تجھے (بھی) خیر کی خوشخبری سنائے) اس کے بعد اس باندی نے کہا کہ تم اپنا وکیل مقرر کر دو جو تمہارا نکاح کر سکے۔ لہذا میں نے خالد بن سعید بن العاص کو اپنا وکیل بنا دیا (جو دھیال کی طرف سے رشتہ دار تھا اور ہجرت کر کے حبشہ پہنچے ہوئے تھے اور خوشی میں پیغام لانے والی باندی کو اپنے دونوں کنگن اور انگوٹھیاں وغیرہ دے دیں یہ سب چیزیں چاندی کی تھیں) لے

جب رات کا وقت ہوا تو نجاشی نے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور ان تمام مسلمانوں کو بلایا جو حبشہ کو ہجرت کر گئے تھے اور اس وقت وہاں مقیم تھے جب سب آنے والے آگئے تو نجاشی نے خطبہ پڑھا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَلِکِ الْقُدُّوسِ الْمُؤْمِنِ الْعَزِیزِ الْجَبَّارِ
وَاَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ
وَاَنْتَ اَلَدِّیْ بِشَرِّہٖ عِیْسٰی بْنُ مَرْیَمَہ

اس کے بعد یوں کہا اے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ فرمائش کی ہے کہ اُم حبیبہ بنت ابی سفیان کا نکاح ان سے کروں لہذا میں نے ان کی فرمائش قبول کی۔ یہ کہہ کر نجاشی نے چار سو دینار مہر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مقرر کئے اور اسی وقت حاضرین کے سامنے ڈال دیئے اور اس کے بعد خالد بن سعید بن العاص نے خطبہ پڑھا اور یوں بولے:

الْحَمْدُ لِلَّهِ أَحْمَدُهُ وَأَسْتَعِينُهُ وَأَسْتَغْفِرُهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا
إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَرْسَلَهُ
بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظَاهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ
كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝

اس کے بعد یوں کہا انا بعد میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرمائش قبول کی اور ام حبیبہ بنت ابوسفیان کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا تبارک اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس کے بعد خالد بن سعیدؓ نے مہر والے دینار لے لئے اور حاضرین اٹھ کر چلنے لگے۔ نجاشیؓ نے کہا ابھی ٹھہرو کیونکہ نبیوں کا طریقہ یہ رہا ہے کہ نکاح کے بعد کچھ کھایا جائے۔ یہ کہہ کر نجاشیؓ نے کھانا منگایا اور حاضرین مجلس نے کھایا۔ اس کے بعد چلے گئے۔ یہ سحرہ کا واقعہ ہے اور بعض نے لڑکھ کاتا یا ہے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ جب مہر کی رقم میرے پاس آگئی تو میں نے اس میں سے ۵۰ دینار ابراہہ باندی کو اور دے دیئے۔ اس نے یہ کہہ کر واپس کر دیئے کہ بادشاہ نے قبول کرنے سے منع کر دیا ہے اور اس سے پہلے جو چیزیں میں نے اسے دی تھیں وہ بھی واپس کر دیں لے

جب اس نکاح کی خبر حضرت ابوسفیانؓ کو پہنچی جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے تو اپنی ہار مان گئے چونکہ اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑتے تھے اور مشرکین مکہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑانے میں بہت پیش پیش تھے اور اسلام اور داعی اسلام کا نام تک مٹا دینا چاہتے تھے اس لئے ان کو یہ کہاں منظور ہوتا کہ ان کی بیٹی آپ کے نکاح میں جائے؟ نکاح کی خبر سن کر یوں بول اٹھے هُوَ الْفَخْرُ لَا يُجَدُّ عَنْ أَنْفِهِ (محمدؐ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ جو انمرد ہیں۔ ان کی ناک نہیں کاٹی جاسکتی (یعنی وہ بلند ناک والے عزت دار ہیں) ہم

ان کو ذیل نہیں کر سکتے۔ اِدھر تو ہم ان سے لڑ رہے ہیں اُدھر ہماری لڑکی ان کے نکاح میں چلی گئی، اس کہنے کا مقصد اپنی ہار مان لینا تھا۔

حبشہ سے مدینہ منورہ پہنچنا | نکاح کے دوسرے روز نجاشیؓ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس خوشبو اور جہیز کا

سامان بھیجا اور حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ پہنچوایا لیوہاں پہنچ کر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے لگیں اور ان کا مبارک خواب جس میں کسی نے یا ام المؤمنین کہہ کر پکارا تھا صحیح ثابت ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام | حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت اعزاز

و احترام کرتی تھیں۔ جب مدینہ منورہ پہنچ گئیں تو ان کے والد مکہ سے مدینہ پہنچے اس وقت وہ کافر تھے اور مشرکین مکہ کی طرف سے صلح حدیبیہ کے بارے میں کچھ گفتگو کرنے کے لئے آئے تھے (صلح تو پہلے ہو چکی تھی مگر اس کی میعاد میں یا معاملہ میں تجدید کرنا چاہتے تھے) اس ذیل میں وہ اپنی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھی ملنے کے لئے گئے۔

جب گھر میں پہنچے اور بستر پر بیٹھنے لگے تو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے بستر کو طے کر دیا اور باپ کو اس پر نہ بیٹھنے دیا۔ وہ بولے یہ کیا کیا تو نے؟ میں اس بستر کے لائق نہیں ہوں؟ اس لئے تو نے اس کو طے کر دیا یا یہ بستر میرے لائق نہیں ہے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ یہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے اور تم مشرک ہو۔ اس پر تمہیں کیسے بیٹھنے دوں؟ یہ سن کر باپ نے کہا کہ تو تو میرے بعد خراب ہو گئی ہے بچہ

حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئے۔ برسوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑتے رہے تھے۔ اس لئے مسلمان ان کو نہ اچھی نظر سے دیکھتے تھے، نہ ان کو پاس بٹھانا گوارہ کرتے تھے لہذا انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا نبی الشہیری تین درخواستیں ہیں آپ انہیں قبول فرمائیں۔ آپ نے فرمایا بہتر ہے

بیان کرو۔ اس پر ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ایک تو یہ ہے کہ میرے پاس بڑی خوبصورت لڑکی ام حبیبہ موجود ہے۔ اس کا آپ سے نکاح کر دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اچھا مناسب ہے۔ دوسری بات یہ عرض کی کہ آپ میرے بیٹے معاویہؓ کو اپنا کاتب بنالیں۔ آپ نے اس کو بھی منظور فرمایا۔ تیسری درخواست یہ ہے کہ مجھے آپ اسلامی لشکر کا امیر بنایا کریں تاکہ میں کافروں سے اسی طرح جنگ کروں جیسے مسلمانوں سے کرتا تھا۔ آپ نے یہ درخواست بھی منظور فرمائی۔ یہ مسلم شریف کی روایت ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح مدینہ منورہ میں ان کے باپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ صحیح یہی ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہوا تو ابوسفیانؓ کافر ہی تھے۔ مسلم کی اس جزو کو محدثین صحیح نہیں مانتے ہیں۔

اتباع حدیث حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر بڑی پابندی سے عمل کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو شخص رات دن میں بارہ رکعتیں پڑھ لیوے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنادے گا۔ چار ظہر سے پہلے۔ دو اس کے بعد۔ دو مغرب کے بعد دو عشا کے بعد دو فجر سے پہلے۔ یہ ترمذی شریف کی روایت ہے۔ اس میں سنن موکدہ کا ذکر ہے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اس کی روایت فرماتی تھیں اور پابندی سے ان سنتوں کو پڑھتی تھیں۔

مسند امام احمد میں ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا فَمَا بَرَحْتُ أُصَلِّيَهُنَّ بَعْدُ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو سننے کے بعد میں نے ہمیشہ یہ رکعات پڑھی ہیں۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی ایسی عورت کے لئے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو یہ حلال نہیں ہے کہ تین رات سے زیادہ کسی میت پر سوگ کرے سوائے شوہر کی وفات کے کہ اس کی وفات پر چار ماہ و شش روز سوگ کرے۔

اسی حدیث کے پیش نظر جب حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی تو ان کی وفات کے تیسرے روز خوشبو منگا کر استعمال کی اور فرمایا کہ مجھے خوشبو کی رغبت نہیں ہے لیکن استعمال اس لئے کر رہی ہوں کہ سوگ نہ سمجھا جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب (وفات سے قبل) مریض ہوئے تو آپ کی ایک بیوی نے اہل کتاب کے ایک کتب خانہ کا ذکر کیا جسے ماریہ کہتے تھے چونکہ حضرت ام سلمہؓ اور حضرت ام حبیبہؓ جیشہ گئی تھیں اور اسے دیکھ کر آئی تھیں اس لئے انہوں نے اس کی خوبصورت بناوٹ اور اس کی تصویروں کا ذکر کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سراٹھا کر فرمایا کہ یہ لوگ یہ حرکت کرتے تھے کہ جب ان میں سے کوئی نیک انسان مرجاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنالیتے پھر اس میں وہ تصویریں بنالیتے تھے (جن کا تم ذکر کر رہی ہو) یہ لوگ اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ بُرے ہیں۔

فکرِ آخرت حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی عبادت گزار اور پرہیزگار تھیں۔ فکرِ آخرت کا اس سے اندازہ ہو گا کہ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلا کر کہا کہ زندگی میں ہم میں آپس میں سوکنوں والی رنجش رہی ہے لہذا تم میرا کہا سنا سب کچھ معاف کر دو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے معاف کر دیا اور اس کی مغفرت کی دُعا کی۔ اس کے بعد ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ خدا تمہیں بخش کرے جیسے تم نے مجھے ابھی بخش کیا ہے۔

اس کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلا کر یہی گفتگو کی جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کی۔

وفات | حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی وفات ۳۷ھ میں ہوئی۔ ابن سعد اور ابو عبیدہ نے ان کی وفات کا یہی سن بتایا ہے۔ ابن حبان اور ابن قانع کا قول ہے کہ انہوں نے ۳۷ھ میں وفات پائی ابن ابی خثیمہ نے ان کی وفات کا سال ۳۷ھ بتایا ہے لیکن الاصابہ میں اس کو صحیح نہیں مانا۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ میں اپنے گھر گیا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حویلی میں تھا کسی ضرورت سے ایک کونہ میں زمین کھودی تو اس میں ایک پتھر نکلا جس میں لکھا تھا کہ هَذَا قَبْرُ رَمْلَةٍ بِمَنْتِ صَخْرٍ (یہ رملہ بنت صخر کی قبر ہے) لہذا اس پتھر کو ہم نے وہیں رکھ دیا اور مٹی دے دی۔ ذکرہ فی الاستیعاب رضی اللہ عنہا وارضاهما۔



حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔ یہ حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل سے تھیں والد کا نام محیی بن اخطب اور والدہ کا نام برہ بنت سموال تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے بعد دیگرے دو شوہروں کے نکاح میں رہ چکی تھیں۔ پہلا شوہر سلام بن مشکم تھا اور دوسرا کنانہ بن ابی الحقیق لے

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کئی خواب ایسے دیکھے

حرم نبوت میں آنا

تھے جن کی تعبیر یہ ظاہر ہوتی تھی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا نکاح ہوگا۔ ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ میری گود میں چاند آکر گرا۔ اس خواب کا اپنی والدہ سے تذکرہ کیا تو اس نے ان کے چہرے پر ایک طمانچہ مار کر کہا تو یہ چاہتی ہے کہ شاہِ عرب (محمد رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے نکاح میں چلی جائے راوی کہتے ہیں کہ ان کی والدہ کا طمانچہ چہرہ پر اڑ آیا تھا جس کا اثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آنے تک باقی رہا۔ آپ نے اسے دیکھ کر سبب دریافت کیا تو حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پورا واقعہ سنایا ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ آفتاب میرے سینہ پر آکر گرا۔ اس خواب کا اپنے شوہر سے ذکر کیا تو اس نے بھی یہی کہا کہ تو اسی شاہِ عرب کو چاہتی ہے جو ہمارے ہاں آکر مقیم ہوا ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جہاد کے لئے ان کے علاقہ (خیبر) میں پہنچ چکے تھے لے

سہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر کے لئے روانہ ہوئے وہاں یہودی رہتے تھے۔ ان کی رہائش اس طرح کی تھی کہ بہت سے قلعے بنا رکھے تھے ہر ایک قلعہ کی آبادی علیحدہ علیحدہ تھی سہ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی بنی نضیر کو مدینہ سے جلا وطن کیا تو ان میں سے اکثر لوگ شام جا کر اور کچھ خیبر پہنچ کر رہنے لگے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا باپ حُجّی بن اخطب جو بنی نضیر کا سردار تھا (خیبر میں ہی مقیم ہوا تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیبر والوں سے جہاد کرنے کے لئے خیبر کی آبادی میں پہنچے تو اس وقت وہ لوگ اپنے کام کاج کے لئے قلعوں سے باہر نکلے ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے لشکر کو دیکھ کر سہم گئے اور کہنے لگے کہ مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا شکر آپہنچا) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قلعوں کا محاصرہ کر کے یکے بعد دیگرے سب کو فتح کیا آخری قلعہ جو فتح ہوا وہ وطیح کا قلعہ تھا دس روز سے کچھ زیادہ اس کا محاصرہ رہا۔ مرتب نامی شخص (جو اس قلعہ کا بڑا تھا) قتل ہوا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا شوہر جنگِ خیبر میں مارا گیا لیہ

جب جنگ کے ختم پر قیدی جمع کئے گئے تو ان میں حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں۔ حضرت وحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! ان قیدیوں میں سے مجھے ایک باندی عنایت فرما دیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ ان میں سے ایک باندی لے لو۔ انہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتخاب کر لیا اسی اثنا میں ایک دوسرے صحابی حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا یا نبی اللہ! آپ نے یہ عورت وحیہ کو دے دی وہ بنی قریظہ اور بنی نضیر کی سردار ہے۔ اس لئے وہ صرف آپ ہی کے لئے مناسب ہے آپ نے فرمایا کہ اچھا وحیہ کو بلاؤ وہ اس کو لے کر آئیں۔ چنانچہ وہ حسب فرمان والا شان حاضر خدمت

لے البدایہ والاصابہ ۱۲۔ علی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا باپ قبیلہ بنی نضیر کا سردار تھا اور ان کی والدہ قبیلہ بنو قریظہ کے سردار کی بیٹی تھی۔ اس لئے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بنو نضیر اور قریظہ کی سردار کہا گیا۔

ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تم اس کے علاوہ قیدیوں میں سے دوسری باندی لے لو۔ چنانچہ وہ اس پر راضی ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو اپنے لئے منتخب کر لیا اور ان کو آزاد کر کے نکاح کر لیا۔
 کہا جاتا ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام زینب تھا چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے لئے منتخب فرمایا تھا اس لئے ان کو صفیہ کہا جانے لگا صفیہ کے معنی ہیں انتخاب کردہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نکاح سفر میں ہوا اور سفر ہی میں مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے نکاح کے بعد والے مرحلے گزر گئے، اور سفر ہی میں ولیمہ کیا جس کی صورت یہ ہوئی کہ جب خیبر سے واپس ہونے لگے تو راستہ میں مقام صہبا پر قیام کیا۔ وہیں حضرت ام سلیم اور ام سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سر میں کنگھی کی اور عطر لگایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (خیبر میں) بھیج دیں آپ اس رات سوئے نہیں اور صبح تک ان سے باتیں کرتے رہے۔ اس وقت ان کی عمر پورے سترہ سال کی بھی نہ ہوئی تھی۔

ولیمہ ۱۳ روز خیبر اور مکہ کے درمیان قیام فرمایا۔ تینوں دن حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس شب باشی کی اور وہیں جنگل میں ولیمہ ہوا۔ ولیمہ میں کوئی گوشت روٹی تو نہیں تھی۔ (بلکہ متفرق قسم کی دوسری چیزیں تھیں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چمڑے کے دسترخوان پچھانے کا حکم فرمایا جن پر کھجوریں اور پنیر اور گھی لاکر رکھ دیا گیا مجھے حکم فرمایا کہ لوگوں کو بلاؤ۔ میں بلا لایا اور لوگوں نے ولیمہ کی دعوت کھائی، پورے شکر میں سے جن کو نکاح کا علم نہ ہوا تھا وہ لوگ اس تردد میں رہے کہ صفیہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کر لیا ہے یا باندی بنالی ہے۔ پھر خود ہی اس کا فیصلہ کیا کہ اگر آپ نے ان کو پردہ

لے جمع الفوائد عن الصحیحین ۱۲۔ عمدۃ استیعاب میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت دجیہ رضی اللہ عنہ سے سات باندی غلام دے کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو لیا ۱۲۔ ۱۷ اصابہ و بعضہ

میں رکھا تو ہم سمجھیں گے کہ آپ کی بیوی اور اہمات المؤمنین میں سے ہیں ورنہ سمجھیں گے کہ آپ نے ان کو لونڈی بنالیا ہے۔ چنانچہ آپ نے کوچ فرمایا تو اپنی سواری پر ان کے لئے پیچھے بیٹھنے کی جگہ بنائی اور ان کو سوار کر کے ان کے اور لوگوں کے درمیان پردہ تان دیا۔ اس سے سب سمجھ گئے کہ وہ ام المؤمنین ہیں۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے جو کتاب النکاح میں ذکر کی ہے۔

دوسری روایت میں ہے جو حضرت امام بخاریؒ نے کتاب المغازی میں درج کی ہے کہ دسترخوان پچھانے کا حکم حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوا تھا اس واقعہ کو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کتاب الصلوٰۃ میں ذکر کیا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ کھانے کا ارادہ فرمایا تو اعلان فرمایا کہ جس کے پاس جو کچھ کھانے کی چیز ہو لے آئے، چنانچہ کوئی کھجور لایا، کوئی گھی لایا، کوئی ستو لایا اور سب چیزیں مالیدہ کی طرح ایک جگہ ملا کر کھال گئیں۔

مدینہ منورہ پہنچنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بڑے کریم اور شفیع تھے اپنی بیویوں کو بڑی اچھی طرح رکھتے تھے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے ساتھ خیبر سے مدینہ کو روانہ ہوئیں اور راستہ میں کئی دن لگے جب اونٹ پر سوار ہونے کا موقع آتا تھا تو آپ اونٹ کو بٹھا کر خود اونٹ کے پاس بیٹھ جاتے تھے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ کے مبارک گھٹنے پر قدم رکھ کر اونٹ پر سوار ہو جاتی تھیں خود حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اچھے اخلاق والا کوئی نہیں دیکھا۔ جب خیبر سے مجھے لے کر روانہ ہوئے تو اونٹنی پر مجھے نیند آ جاتی تھی اور میرا سر کجاہ میرے لگنے لگتا تھا۔ آپ اپنے ہاتھ سے میرا سر تھامتے اور فرماتے کہ اے خبی کی بیٹی دھیان سے سوار رہ لیے۔

مدینہ منورہ پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حضرت حارثہ بن النعمان رضی اللہ عنہ کے مکان میں قیام کرا دیا۔ مدینہ کی عورتوں میں ان کے حسن کی

شہرت ہو گئی تو دیکھنے آئیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی دیکھنے کو پہنچیں۔ ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کہو صفیہ کیسی ہے؟ بولیں ہاں میں یہودیہ کو دیکھ آئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایسا نہ کہو۔ وہ یہودیہ نہیں ہے۔ اسلام لایچکی ہے وہ بہترین مسلمان ہے۔

سختاوت (بالیاں) وغیرہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور دوسری عورتوں کو دے دیئے۔ یہ زیور سونے کا تھا۔

اخلاق و عادات حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بڑی عاقلہ فاضلہ اور بردبار تھیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی ایک باندی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی جبکہ وہ خلیفہ تھے کہ صفیہ ہفتہ کے دن کو (یہودیوں کی طرح) دوسرے دنوں سے اچھا سمجھتی ہیں اور یہود کے ساتھ روپیہ پیسہ سے اچھا سلوک کرتی ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں آدمی بھیج کر دریافت کرایا تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہفتہ کے دن والی بات تو غلط ہے، جب سے اللہ نے مجھے مسلمان بنا کر (جمعہ کا دن عنایت فرمایا۔ میں نے ہفتہ کے دن کو محبوب نہیں سمجھا اور یہود کو روپیہ پیسہ اس لئے دیتی ہوں کہ ان سے میرا رشتہ داری کا تعلق ہے (گو وہ کافر ہیں مگر رشتہ دار ہیں اور اسلام میں کافر رشتہ دار کے ساتھ سلوک کرنا بھی باعث ثواب ہے۔ اس کے بعد اس باندی سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ تجھے چغلی کھانے پر کس نے آمادہ کیا اس نے جواب دیا کہ شیطان نے مجھے بھسلیا۔ فرمایا۔ جا تو آزاد ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بے انتہا محبت حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بے انتہا محبت تھی جس بیماری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات

ہوئی۔ اس بیماری میں حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا یا نبی اللہ خدا کی قسم میرا دل چاہتا ہے کہ جو تکلیف آپ کو ہے آپ کے بجائے مجھے ہو جاتی اس وقت وہاں دیگر اُمہات المؤمنین بیٹھی تھیں۔ انہوں نے اس بات کو مصنوعی بنانے کے لئے کنکھيوں سے ایک دوسری کی طرف اشارہ کیا اور بعض نے زبان سے بھی ایسی بات کہہ دی جس سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی بات کو بناوٹی ظاہر کیا، حضور اقدس کو بھی یہ محسوس ہو گیا اور آپ نے اُمہات المؤمنین سے فرمایا کہ تم کل کرو۔ دریافت کیا کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ تم نے (اس کی غیبت کی) کنکھيوں سے اس کی طرف اشارہ کیا اللہ کی قسم یہ اپنی بات میں سچی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی خوشنودی کا خیال فرماتے تھے۔ دیگر اُمہات المؤمنین جب ان کو کچھ کہہ سن کر ستاتی تھیں تو آپ ان کا پارٹ لیتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے تو وہ رو رہی تھیں۔ آپ نے رونے کا سبب دریافت فرمایا تو بولیں کہ مجھے یہ معلوم ہوا کہ عائشہؓ اور حفصہؓ مجھے بُرا کہتی ہیں اور یہ کہتی ہیں ہم صفیہ سے بہتر ہیں کیونکہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ دار بھی ہیں اس وجہ سے کہ ہم قریش سے ہیں اور آپ بھی قریشی ہیں اور ہم آپ کی ازواج بھی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے ان کو یہ جواب کیوں نہ دیا کہ میرے مورث اعلیٰ ہارون علیہ السلام اور چچا موسیٰ علیہ السلام اور شوہر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر تم مجھ سے (نسب میں) کیونکر بہتر ہو سکتی ہو؟

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں حضرت صفیہؓ اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا دونوں تھیں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کو تکلیف ہو گئی۔ چونکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس سواری ان کی اپنی ضرورت سے زیادہ تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ صفیہ کے اونٹ

کو تکلیف ہوگئی تم ان کو ایک سواری دے دو۔ انہوں نے جواب دیا کہ کیا میں اس یہودیہ کو دوں گی؟ یہ جواب سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت ناراض ہوئے اور دو تین ماہ حضرت زینبؓ کے پاس تشریف نہ لے گئے حتیٰ کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس سے ناامید ہو گئیں کہ آپ ان کے پاس تشریف لائیں گے بلکہ جب جدائی کی سزا دے دی تو دو تین ماہ بعد تشریف لے گئے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا قد پستہ تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ صفیہ کا قد چھوٹا بیان کرتے ہوئے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ صفیہ اتنی سی ہے۔ یہ سن کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو نے ایسا کلمہ کہا کہ اگر سمندر میں ملا دیا جائے تو اسے بھی خراب کر ڈالے گا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت | حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جس فتنہ میں شہید کئے گئے

اس فتنہ کے دوران جب کہ فساد یوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسباب زندگی (غلہ و پانی) بند کر رکھے تھے تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے پاس کھانا پینا بھجوانے کا خاص اہتمام فرمایا۔ ایک مرتبہ اپنے غلام کناز کو ساتھ لے کر اور خچہ پر سوار ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچیں اور ان کی مصیبت دور کرنے کی نیت سے چلیں۔ راستہ میں اشترا نامی ایک شخص مل گیا (وہ غالباً حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دشمنوں میں سے تھا) اس نے خچہ کو مارنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے غلام سے فرمایا مجھ واپس لے چل ذلیل نہ ہونے دے۔ اس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے کھانے پینے کا سامان بھیجتی رہیں۔

زہد و عبادت | البدایہ میں لکھا ہے وکانت من سیدات النساء عبادۃ
وورعاً وزہادۃ وبراً وصدقۃ ذکر وہ عبادت وزہد

اور تقویٰ اور نیکی اور صدقہ کرنے میں عورتوں میں سرداری کا مقام رکھتی تھیں۔

وفات | حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے ۳۷ھ میں بمابہ رمضان المبارک حضرت
معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ امارت میں وفات پائی اور جنت البقیع

میں دفن ہوئیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ۳۷ھ ہجری میں سفر آخرت کیا۔ لے

رضی اللہ عنہا وارضاهما



حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ ان کا نام بھی بڑہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر میمونہ رکھا۔ یہ حضرت ام الفضل (زوجہ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ) کی بہن ہیں۔ والد کا نام حارث والدہ کا نام خولہ بنت عوف تھا۔ ان کا پہلا شوہر کون تھا؟ اس میں بہت اختلاف ہے۔ کسی نے ابو رہم بن عبد العزیٰ اور کسی نے سجرہ بن ابی رہم اور کسی نے حویطب بن عبد العزیٰ اور کسی نے فہرہ بن عبد العزیٰ بتایا ہے لہ

حرم نبوت میں آنا جب ان کا پہلا شوہر جہان فانی سے رخصت ہوا تو ان کے بہنوئی حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا کہ آپ میمونہ سے نکاح فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے منظور فرمایا اور نکاح فرمایا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس نکاح کا پیغام دے کر بھیجا تھا۔ انہوں نے حضرت عباس کو اپنا وکیل بنا دیا اور عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا لہ

یہ نکاح مکہ میں بحالت مسافرت ہوا۔ جب کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ لے کر سفر میں تھے مکہ سے واپس ہوتے ہوئے مقام سرف آیا وہیں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے خیمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ملاقات فرمائی۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے واقعات زندگی میں یہ بات تعجب کے ساتھ ذکر کی جاتی ہے کہ مقام سرف میں جس جگہ ان کا خیمہ اس وقت لگا ہوا تھا جب کہ نکاح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے ان سے ملاقات فرمائی خاص اسی جگہ انہوں نے وفات پائی اور اسی جگہ دفن ہوئیں لہٰذا چونکہ یہ نکاح سفر میں ہوا تھا جو عمرۃ القضا کے لئے کیا تھا اس لئے کتب حدیث میں اس نکاح کا ذکر دو طرح آتا ہے۔ یزید ابن الاصم کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جس وقت نکاح کیا اس وقت تک احرام نہیں باندھا تھا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے آپ نے بحالت احرام نکاح کیا۔ ان دونوں کی روایتوں کی وجہ سے اماموں میں اختلاف ہو گیا کہ حالت احرام میں نکاح درست ہے یا نہیں؟ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور بہت سے اکابر علماء فرماتے ہیں کہ حالت احرام میں نکاح درست اور جائز ہے اور حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی وغیرہما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک بحالت احرام نکاح درست نہیں ہے اس کی تفصیل اور دلیلیں حدیث کی شرحوں میں لکھی ہیں اور یہ اختلاف صرف نکاح میں ہے۔ نکاح کے بعد والی باتیں احرام میں کسی کے نزدیک بھی درست نہیں ہیں۔ حضرت شیخ محمدی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت یزید بن الاصم اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کی دونوں روایتوں کو اس طرح جوڑتے تھے کہ آپ نے نکاح اس وقت کر لیا جبکہ احرام نہیں باندھا تھا اور اس کی شہرت جب ہوئی جب کہ آپ احرام باندھ چکے تھے (اس وجہ سے راویوں میں اختلاف ہو گیا)۔

مصاحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے

وسلم نے نکاح فرمایا اور سنہ میں آپ نے دنیائے فانی کو چھوڑ کر ملا اعلیٰ کا سفر فرمایا۔ اس حساب سے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں ۳ سال رہیں۔ آپ کی خدمت میں رہ کر دوسری بیویوں کی طرح دین کی معلومات حاصل کیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو ان کے بھانجے ہیں ان کے شاگردوں میں ہیں۔ ایک مرتبہ معلوم ہوا کہ ابن عباس ماہواری کے دنوں میں اپنی بیوی سے بستر علیحدہ کر لیتے ہیں اور اتنا پرہیز

کرتے ہیں کہ اس کے پاس لیٹتے تک نہیں ہیں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باندی بھیجی اور فرمایا کہ ان سے جا کر کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے تمہیں کیوں اعراض ہے آپ اس زمانہ میں بھی ہمارے بستروں پر لیٹتے تھے (ایام ماہواری میں میاں بیوی کا آپس میں ایک ساتھ لیٹنا بیٹھنا منع نہیں البتہ اس سے آگے نہ بڑھیں)۔

حضرت عائشہؓ کا تعریف کرنا | حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی تعریف میں فرمایا اَمَّا اَنْتَ اَنْقَتَا لِلّٰهِ وَاَوْصَلْنَا لِلرَّحِمِ (خبردار وہ ہم میں سب سے زیادہ متقی اور صلہ رحمی کرنے والی تھیں) ۱۷

ایک واقعہ | سفر حج میں حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ لوگوں کو نوایں ذی الحجہ کے دن شک ہوا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا روزہ ہے یا نہیں؟ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے ایک پیالہ دودھ آپ کی خدمت میں بھیج دیا جسے آپ نے پی لیا اور سب دیکھتے رہے اس ترکیب سے پتہ چلا لیا کہ آپ کا روزہ نہیں ہے بعض روایات میں ہے کہ دودھ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا نے بھیجا تھا البتہ جو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں (ممکن ہے کہ دونوں نے مشورہ کر کے بھیجا ہو لہذا راویوں نے علیحدہ علیحدہ دونوں نام ذکر کر دیئے (نوایں ذی الحجہ کو حاجی حضرت عرفات میں ہوتے ہیں دُعا کی مشغولیت کی وجہ سے ان لوگوں کو اس دن روزہ نہ رکھنا بہتر ہے گو اس روزہ کا ثواب بہت زیادہ ہے جیسا کہ حضرت عائشہؓ کے تذکرہ میں گزر چکا ہے۔

کثرت نماز | حضرت یزید بن الاصمؓ بیان فرماتے تھے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ہر وقت نماز پڑھتی تھیں یا گھر کا کام انجام دینے میں ان کا وقت گزرتا تھا۔ ان دونوں مشغلوں سے فرصت ملتی تو مسواک کرنے لگی تھیں۔

وفات حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے ۱۷ھ میں وفات پائی ان کے سسرہ وفات کے بارے میں اور بھی اقوال ہیں (مگر) راجح ۱۷ھ ہی ہے۔ استیعاب میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور قبر میں بھی انہوں نے یزید بن الاصم اور عبید اللہ بن شداد کی معیت میں اتارا یہ تینوں ان کی بہنوں کے اولاد تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ ان کی وفات اور کفن و دفن مقام سرف میں ہوا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

مجمع الزوائد میں ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ میں مقیم تھیں۔ وہاں کچھ طبیعت بھاری ہوئی اور علالت محسوس ہوئی فرمایا مجھے مکہ سے لے چلو کیونکہ مجھے مکہ میں موت نہ آئے گی۔ مجھے اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ چنانچہ ان کو مقام سرف میں لایا گیا اور وہیں وفات پائی۔

کفنا کر اور نماز پڑھ کر جب قبر میں رکھنے کے لئے جنازہ اٹھایا گیا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا کہ (ان کا ادب کرو) جنازہ کو جھٹکا دے کر نہ اٹھاؤ اور ہلاتے جلاتے نہ لے چلو۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔ رضی اللہ عنہا وارضیٰ لہا۔



آخری کلام

یہاں تک ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ بیویوں کے حالات لکھے ہیں نکاحوں کی ترتیب حضرت اقدس سیدی، سندی و مرشدی مولانا محمد زکریا صاحب لازالت فیوضہ باقیۃ کی کتاب حکایات صحابہ سے لی ہے اور حالات کتب حدیث و اسماء الرجال سے نقل کئے ہیں۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جو عورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں قابل ذکر مدت تک رہیں (جن میں سب سے کم مدت حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کی ہے) ان میں سب سے پہلا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اور سب سے آخری نکاح حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے ہوا البتہ ہماری ذکر کردہ نکاحوں کی ترتیب میں اختلاف ہے یعنی محدثین و مؤرخین نے اس ترتیب کے علاوہ دوسری ترتیب بھی بتائی ہے جس کی تفصیل البیایہ والنہایہ میں مذکور ہے۔ ان گیارہ بیویوں میں سے دو بیویوں (یعنی حضرت خدیجہ اور حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہما) نے آپ کی موجودگی میں وفات پائی اور باقی بیویوں نے آپ کے بعد دار فانی کو چھوڑا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ملا اعلیٰ کا سفر اختیار فرماتے وقت جن نو بیویوں کو چھوڑا تھا ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

- (۱) حضرت عائشہؓ (۲) حضرت سودہؓ (۳) حضرت حفصہؓ (۴) حضرت ام سلمہؓ۔
- (۵) حضرت زینبؓ (۶) حضرت جویریہؓ (۷) حضرت ام حبیبہؓ (۸) حضرت صفیہؓ۔
- (۹) حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ ان پاک بیویوں کے نام ان تین شعروں میں جمع کر دیئے ہیں۔

توفی رسول اللہ عن تسع نسوة الیہن تعزی المکرمات وتنسب
فعائشۃ میمونۃ وصفیۃ وحفصۃ تلوہن ہند وزینب
جویریۃ مع رملۃ ثم سودۃ ثلاث وست ذکوهن مہذب

یہ سلمہ حقائق ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلا نکاح حضرت خدیجہ

رضی اللہ عنہا سے کیا اور جب تک وہ زندہ رہیں کوئی نکاح آپ نے نہیں کیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی بیوی سے آپ کی اولاد نہیں ہوئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کوئی بیوی کنواری آپ کے نکاح میں نہیں آئی اور آپ کے بعد سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وفات پائی اور اہل بیت المؤمنین میں سب سے آخری وفات حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ہوئی اور ان گیارہ بیویوں میں سب سے آخری نکاح حضرت میمونہؓ سے ہوا۔

یہ حالات جو ہم نے جمع کئے ہیں ان کا مقصد صرف یہ نہیں ہے کہ حالات معلوم کر کے کتاب بند کر کے رکھ دیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ ان کو پڑھ کر سبق لیں اور اپنی عورتوں کو سنائیں اور بچیوں کو تعلیم دیں اور زہد و عبادت، سخاوت، کثرت نماز، کثرت ذکر، دینی خدمت، تعلیم دین اور دین پر جے رہنے میں اپنی عورتوں اور بچیوں کو اہل بیت المؤمنین رضی اللہ عنہن کی زندگی پر ڈھالنے کی کوشش کریں۔ جن گیارہ بیویوں کے حالات اس کتاب میں لکھے ہیں ان کے علاوہ مورخین اور اصحاب سیر نے دیگر بیویوں سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے فرمانے کا ذکر کیا ہے لیکن وہ کچھ خاص قابل ذکر مدت تک آپ کی مصاہبت میں نہ رہیں لہذا گیارہ ہی بیویوں کے حالات جمع کرنے پر اکتفا کیا۔

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى
سَيِّدِنَا وَسَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَزْوَاجِهِ أَجْمَعِينَ
تَمَّتْ بِإِنْخَائِرِ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تعددِ ازواج کی حکمت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات سر پر رحمت و برکت ہے۔ تبلیغ احکام اور تزکیہ نفوس اور ابلاغ قرآن آپ کا سب سے بڑا مقصد بعثت تھا، آپ نے اسلام کی تعلیمات کو قولاً و عملاً دنیا میں پھیلایا، یعنی آپ بتاتے بھی تھے اور کر کے بھی دکھاتے تھے۔ انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رہبری کی ضرورت نہ ہو، نماز باجماعت سے لے کر بیویوں کے تعلقات آل و اولاد کی پرورش اور پاخانہ پیشاب اور طہارت تک کے بارے میں آپ کی قولی اور فعلی ہدایات سے کتب حدیث بھر پور ہیں، اندرون خانہ کیا کیا کام کیا، بیویوں سے کیسے میل جول رکھا، اور گھر میں آکر مسائل پوچھنے والی خواتین کو کیا جواب دیا۔ اس طرح کے سینکڑوں مسائل ہیں جن سے ازواجِ مطہرات کے ذریعہ ہی امت کو رہنمائی ملی ہے، تعلیم و تبلیغ کی دینی ضرورت کے پیش نظر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کثرتِ ازواج ایک ضروری امر تھا۔ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے احکام و مسائل، اخلاق و آداب اور سیرتِ نبوی سے متعلق دو ہزار دو سو دس روایات مروی ہیں جو کتب حدیث میں پائی جاتی ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مرویات کی تعداد تین سو اٹھتر تک پہنچی ہوئی ہے۔ حافظ ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین ص ۱۰۱ میں لکھا ہے کہ اگر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے فتاویٰ جمع کئے جائیں جو انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد دیئے ہیں تو ایک رسالہ مرتب ہو سکتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا روایت و درایت اور فقہ و فتاویٰ میں جو مرتبہ ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ ان کے شاگردوں کی تعداد دو سو کے لگ بھگ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مسلسل اڑتالیس سال تک علم دین پھیلا یا۔ بطور مثال دو مقدس بیویوں کا مجمل حال لکھ دیا ہے، دیگر ازواج مطہرات کی روایات بھی مجموعی حیثیت سے کافی تعداد میں موجود ہیں، ظاہر ہے کہ اس تعلیم و تبلیغ کا نفع صرف ازواج مطہرات سے پہنچا۔

اسلام کے بلند مقاصد اور پورے عالم کی انفرادی و اجتماعی، خانگی اور ملکی اصلاحات کی فکر کو دنیا کے شہوت پرست انسان کیا جانیں، وہ تو سب کو اپنے اوپر قیاس کر سکتے ہیں، اسی کے نتیجے میں کئی صدی سے یورپ کے ملحدین اور مستشرقین نے اپنی ہٹ دھرمی سے فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعدد ازواج کو ایک خالص جنسی اور نفسانی خواہش کی پیداوار قرار دے رکھا ہے۔ اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر ایک سرسری نظر بھی ڈالی جائے تو ایک ہوشمند منصف مزاج کبھی بھی آپ کی کثرت ازواج کو اس پر محمول نہیں کر سکتا۔

آپ کی معصوم زندگی قریش مکہ کے سامنے اس طرح گزری کہ سب سے پہلے پچیس سال کی عمر میں ایک سن رسیدہ صاحبِ اولاد بیوہ (جس کے دو شوہر فوت ہو چکے تھے) سے عقد کیا اور پچیس سال تک ان ہی کے ساتھ گزارا کیا، وہ بھی اس طرح کہ مہینہ مہینہ گھر چھوڑ کر غارِ حراء میں مشغولِ عبادت رہتے تھے، اس کے بعد جو دوسرے نکاح ہوئے پچاس سالہ عمر شریف گزر جانے کے بعد ہوئے، یہ پچاس سالہ زندگی اوّٰ عفّٰو ان شباب کا سارا وقت اہل مکہ کی نظروں کے سامنے تھا، کبھی کسی دشمن کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ایسی چیز منسوب کرنے کا موقع نہیں ملا جو تقویٰ و طہارت کو مشکوک کر سکے۔ آپ کے دشمنوں نے آپ پر ساحر، شاعر، مجنون، کذاب، مفتر جیسے الزامات تراشنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، لیکن آپ کی معصوم زندگی پر کوئی ایسا حرف کہنے کی جرأت نہیں ہوئی جس کا تعلق جنسی اور نفسانی جذبات کی

بے راہ روی سے ہو۔

ان حالات میں یہ بات غور طلب نہیں ہے کہ چڑھتی جوانی سے لے کر پچاس سال کی عمر ہو جانے تک اس زہد و تقویٰ اور لُذائذِ دنیا سے یک سوئی میں گزارنے کے بعد وہ کیا داعیہ تھا جس نے آخر عمر میں آپ کو متعدد نکاحوں پر مجبور کیا، اگر دل میں ذرا سا بھی انصاف ہو تو ان متعدد نکاحوں کی وجہ اس کے سوا انہیں بتلائی جاسکتی جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

اور اس کثرتِ ازدواج کی حقیقت بھی سن لیجئے کہ کس طرح وجود میں آئی۔

پچیس سال کی عمر سے لے کر پچاس سال کی عمر شریف ہونے تک تنہا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کی زوجہ رہیں ان کی وفات کے بعد حضرت سوڈہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح ہوا لیکن صغیر سنی کی وجہ سے حضرت عائشہؓ اپنے والد کے گھر ہی رہیں، پھر چند سال کے بعد مکہ میں مدینہ منورہ میں حضرت عائشہؓ کی رخصتی عمل میں آئی، اس وقت آپ کی عمر چون سال ہو چکی ہے اور دو بیویاں اس عمر میں اگر جمع ہوئی ہیں یہاں سے تعددِ ازدواج کا معاملہ شروع ہوا۔ اس کے ایک سال بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا، پھر کچھ ماہ بعد حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح ہوا، انہوں نے صرف اٹھارہ ماہ آپ کے نکاح میں رہ کر وفات پائی۔ ایک قول کے مطابق تین ماہ آپ کے نکاح میں زندہ رہیں، پھر مکہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا، پھر مکہ میں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا، اس وقت آپ کی عمر شریف اٹھاون سال ہو چکی تھی، اور اتنی بڑی عمر میں اگر چار بیویاں جمع ہوئیں۔ ان کے بعد مکہ میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے، اور مکہ میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح ہوا۔

خلاصہ :- یہ کہ چون برس کی عمر تک آپ نے صرف ایک بیوی کے ساتھ گزارا کیا، یعنی پچیس سال حضرت خدیجہؓ کے ساتھ اور چار پانچ سال حضرت سوڈہ کے

ساتھ گزارے پھر اٹھا دن سال کی عمر میں چار بیویاں جمع ہوئیں اور باقی ازواج مطہرات دو تین سال کے اندر حرم نبوت میں آئیں اور ثلاثہ میں آپ نے وفات پائی۔

اور یہ بات خاص طور سے قابل ذکر ہے کہ ان سب بیویوں میں صرف ایک ہی عورت ایسی تھیں جن سے کنوارے بن میں نکاح ہوا، یعنی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، ان کے علاوہ باقی سب ازواج مطہرات بیوہ تھیں، جن میں بعض کے دوشوہر پہلے گزر چکے تھے، اور یہ تعداد بھی آخر عمر میں آکر جمع ہوئی۔

حضرات صحابہ مرد اور عورت سب آپ پر جاں نثار تھے، اگر آپ چاہتے تو سب بیویاں کنواری جمع کر لیتے، بلکہ ایک ایک دودھ مہینہ کے بعد بدلنے کا بھی موقع تھا لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔

نیز یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے برحق نبی تھے، نبی صاحب ہوا دھوس نہیں ہوتا، جو کچھ کرتا ہے اذن الہی سے کرتا ہے، نبی ماننے کے بعد ہر اعتراض ختم ہو جاتا ہے، اور اگر کوئی شخص آپ کو نبی ہی نہ مانے اور یہ الزام لگائے کہ آپ نے محض شہوت نفسانی کے لئے کثرت ازواج کو جائز رکھا تھا تو اس شخص سے کہا جائے گا کہ اگر ایسا ہوتا تو آپ اپنے حق میں کثرت ازواج کے معاملہ میں اس پابندی کا اعلان کیوں فرماتے جس کا ذکر قرآن کریم کی آیت لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ میں موجود ہے، اپنے حق میں اس پابندی کا اعلان اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ آپ نے جو کچھ کیا اپنے رب کے اذن سے کیا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ فلاں لڑکی بہت خوبصورت ہے آپ کے چچا حمزہ کی لڑکی ہے اس سے نکاح فرمائیں۔ آپ نے فرمایا حمزہ میرے رضاعی بھائی ہیں ان کی لڑکی سے میرا نکاح حلال نہیں، اسی طرح بعض ازواج نے اپنی بہن سے نکاح کرنے کی گزارش کی۔ آپ نے نا منظور فرمادی۔ ظاہر ہے کہ جس کو شہوت رانی سے مطلب ہو گا وہ قاعدہ و قانون اور حرام و حلال کی پڑاہ نہیں کرتا خصوصاً جبکہ جو کچھ اس کی زبان سے نکل جاتا ہو اس کے معتقدین کے نزدیک وہی قانون بن جاتا ہو۔

تعدد ازواج کی وجہ سے تعلیمی اور تبلیغی فوائد جو امت کو حاصل ہوئے اور جو احکام امت تک پہنچے اس کی جزئیات اس قدر کثیر ہیں کہ ان کا احصار دشوار ہے، کتب احادیث اس پر شاہد ہیں، البتہ بعض دیگر فوائد کی طرف یہاں ہم اشارہ کرتے ہیں۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر حضرت ابو سلمہؓ کی وفات کے بعد آپ نے ان سے نکاح کر لیا تھا، وہ اپنے سابق شوہر کے بچوں کے ساتھ آپ کے گھر تشریف لائیں، ان کے بچوں کی آپ نے پرورش کی اور اپنے عمل سے بتا دیا کہ کس پیار و محبت سے سوتیلی اولاد کی پرورش کرنی چاہیے۔ آپ کی بیویوں میں صرف یہی ایک بیوی ہیں جو بچوں کے ساتھ آئیں، اگر کوئی بھی بیوی اس طرح کی نہ ہوتی تو علی طور پر سوتیلی اولاد کی پرورش کا خانہ خالی رہ جاتا اور امت کو اس سلسلے میں کوئی ہدایت نہ ملتی، ان کے بیٹے حضرت عمر بن ابی سلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں پرورش پاتا تھا، ایک بار آپ کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے پیالہ میں ہر جگہ ہاتھ ڈالتا تھا، آپ نے فرمایا **سِحْرُ اللَّهِ وَكُلْ بِمِثْلِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ**، (اللہ کا نام لے کر کھا، داہنے ہاتھ سے کھا اور سامنے سے کھا) (بخاری و مسلم)

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا ایک جہاد میں قید ہو کر آئی تھیں، دوسرے قیدیوں کی طرح یہ بھی تقسیم میں آگئیں اور ثابت بن قیس یا ان کے چچا زاد بھائی کے حصہ میں ان کو لگادیا گیا، لیکن انہوں نے اپنے آقا سے اس طرح معاملہ کر لیا کہ اتنا اتنا مال تم کو دے دوں گی مجھے آزاد کر دو، یہ معاملہ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور مالی امداد چاہی، آپ نے فرمایا اس سے بہتر بات نہ بتا دوں؟ وہ یہ کہ میں تمہاری طرف سے مال ادا کر دوں اور تم سے نکاح کر لوں، انہوں نے بخوشی منظور کر لیا۔ تب آپ نے ان کی طرف سے مال ادا کر کے نکاح فرمایا ان کی قوم کے سینکڑوں افراد حضرات صحابہؓ کی ملکیت میں آپ کے تھے کیونکہ وہ سب لوگ قیدی ہو کر آئے تھے۔ جب صحابہؓ کو پتہ چلا کہ جویریہؓ آپ کے نکاح میں آگئی ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے احترام کے پیش نظر سب نے اپنے اپنے غلام باندی آزاد کر دیئے، سبحان اللہ، حضرات صحابہ کرامؓ کے ادب کی کیا شان تھی۔ اس جذبہ کے پیش نظر کہ یہ لوگ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال والے ہو گئے ان کو غلام بنا کر کیسے رکھیں، سب کو آزاد کر دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس واقعہ کے متعلق فرماتی ہیں :-

فَلَقَدْ أُعْتِقَ بِتَزْوِجِهِ
إِيَّاهَا مِائَةُ أَهْلِ بَيْتٍ مِّنْ
بَنِي الْمُصْطَلِقِ فَمَا أَعْلَمُ
أَمْرًا أَعْظَمَ بَرَكَهَ عَلَى
قَوْمِهَا مِنْهَا .
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جوہر بیٹے سے
نکاح کر لینے سے بنو المصطلق کے تنوگھرانے
آزاد ہوئے۔ میں نے کوئی عورت ایسی نہیں
دیکھی جو جوہر بیٹے سے بڑھ کر اپنی قوم کے لئے
بڑی برکت والی ثابت ہوئی ہو۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کے ساتھ ابتداء اسلام ہی میں مکہ میں اسلام قبول کیا تھا اور پھر دونوں میاں بیوی، ہجرت کر کے قافلے کے دوسرے افراد کے ساتھ حبشہ چلے گئے وہاں ان کا شوہر نصرانی ہو گیا، اور چند دن کے بعد مر گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ حبشہ نجاشی کے واسطے سے ان کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا جسے انہوں نے قبول کر لیا، اور وہیں حبشہ میں نجاشی ہی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ حضرت ام حبیبہؓ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں اور حضرت ابوسفیان اس وقت اس گروہ کے سرخیل تھے، جس نے اسلام دشمنی کو اپنا سب سے بڑا مقصد قرار دیا تھا، اور وہ مسلمانوں کو اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دینے اور انہیں فنا کے گھاٹ اتار دینے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے جب ان کو اس نکاح کی اطلاع ہوئی تو بلا اختیار ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلے:

هُوَ الْفَحْلُ لَا يُجْدَعُ
أَنْفُهُ .
یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو انمرد ہیں ان کی
ناک نہیں کاٹی جاسکتی۔

مطلب یہ کہ وہ بلند ناک والے معزز ہیں ان کو ذلیل کرنا آسان نہیں، ادھر تو ہم

ان کو ذلیل کرنے کی تیاریوں میں لگے ہوئے ہیں اور ادھر ہماری لڑکی ان کے نکاح میں چلی گئی۔

غرض اس نکاح سے کفر کے ایک قائد کے حوصلے پست ہو گئے اور اس نکاح کی وجہ سے جو سیاسی فائدہ اسلام اور مسلمانوں کو پہنچا اس کی اہمیت اور ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، اور یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ خدا کے مدبر اور حکیم رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس فائدہ کو ضرور پیش نظر رکھا ہوگا۔

یہ چند باتیں لکھی گئی ہیں، ان کے علاوہ سیرت پر عبور رکھنے والے حضرات کو بہت کچھ حکمتیں آپ کے تعددِ ازواج میں مل سکتی ہیں، اس سلسلے میں سیدی حکیم الامت قدس سرہ کے رسالہ کثرت الازواج لصاحب المعراج کا دیکھنا بھی مفید ہوگا۔
یہ تفصیل ہم نے ملحدین و مستشرقین کے پھیلانے ہوئے پُر فریب جال کو کاٹنے کے لئے لکھی ہے، کیونکہ ان کے اس دایم تذبذب میں بہت سے ناواقف مسلمان بھی پھنس جاتے ہیں جو سیرت نبوی اور تاریخ اسلام سے بے خبر ہیں یا وہ اسلامیات کا علم مستشرقین ہی کے کتابوں سے حاصل کرتے ہیں۔

تفسیر معارف القرآن ص ۲۸۸ سے تا ص ۲۹۲ ج ۲
از مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب دامت برکاتہم



کتابت: محمد اشرف طور



مکتبہ معارف القرآن کراچی
(Quranic Studies Publishers)

www.maktabamaarifquran.com